نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبۂ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۲ | بابت ماہ مارچ ۱۹۱۷ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۵ھ | نمبر ۳

قیمت سالانہ عوام سے عہ طلبا سے عا
غیر ممالک سے تین روپے

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبدالسلام نے شائع کیا

خریداران تشحیذ

میں اپنے بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنھوں نے تشحیذ ماہ فروری کو بے حد پسند کیا جسمیں نہ صرف خاتم النبیین والی آیت کی صحیح تفسیر ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے عالمانہ رنگ میں ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت ظلی کا سلسلہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جاری ہے۔ پھر ان تمام احادیث کے صحیح معنے لکھ دئے ہیں۔ جنہیں مخالفین اس دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ کہ سید المرسلین کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ جن دوستوں نے فروری کے وی پی (جو ۱۹۱۷ء کا سالانہ چندہ وصول کرنے کے لئے حسب دستور سابق کئے گئے تھے) باوجود پہلے متعدد بار اطلاع کرنے کے واپس کر دئیے ہیں۔ وہ تین آنے* کے ٹکٹ بھیجکر یہ رسالہ اب منگوا سکتے ہیں۔ بعد میں پھر نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس کی مانگ بہت ہے۔ اور کاغذ کی گرانی اور کچھ احباب کی اس قدر دانی کی وجہ سے جس کا علم مجھے تجربہ سے ہو چکا ہے۔ زیادہ نہیں چھپوایا گیا۔ میں بارہا عرض کر چکا ہوں۔ فقط میری یا میرے مضامین کی تعریف کا کچھ فائدہ نہیں۔ جو صاحب اسے پسند کرتے ہیں۔ وہ خریدار مہیا کریں۔ موجودہ صورت تو یہ ہے کہ خرچ بمقابلہ آمد زیادہ ہے۔ اور اس کا نتیجہ ظاہر۔ رسالہ اچھا ہے۔ مضامین ایسے اعلیٰ کہ اس کا ایک ایک نمبر مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے یہ سب مسلّم۔ مگر خریدار کم ہوتے جاتے ہیں یا للعجب۔ میں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھکر امیدوار ہوں کہ جس کام کی بنیاد سیدی و مولائی حضرت فضل عمر نے رکھی تھی۔ اُسے ترقی و فروغ دینے کی کوشش کی جائیگی تشحیذ کا سٹاف۔ اور اس کا ناچیز ایڈیٹر اپنی بساط کے مطابق حاضر ہے۔ احباب ذوی الالباب بھی اپنے گوشۂ چشم سے انہیں نوازلیں یہ نہیں کہ رسالہ کو مرتب و مزین تو آپ کی خاطر کریں اور اسکے ضروری اخراجات مہیا کرنے کے لئے وہ کوئی اور گھر دیکھیں۔ وعلی اللہ توکلنا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ ہاں تشحیذ کتب الحنیفی کی مد بھی ہو منت کریگی۔ حیدرآبادی احمدی ترجمۃ القرآن احمدی مکمل تفسیر تین روپے پر منگوائیں ؂

* یعنی ۱۲ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۷ء

قرآن کریم کی تصدیق

یعنی

تحریف در عہد عتیق

منجملہ دیگر صدہا فضائل کے قرآن کریم کی ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا محرفون الکلم عن مواضعہٖ جس نے اسے نازل فرمایا یہ وعدہ ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون ؁ یعنے ہمنے اسے نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ منجملہ دیگر ہزارہا اثبات کے اس دعوے کے ثبوت میں لکھوکھہا حفاظ قرآن کریم کی حفاظت منہ بولتے شاہد ہیں۔ تمام ادیان کی کتب مقدسہ میں سے کسی ایک کو بھی یہ دعویٰ نہیں اور نہ ہی عملی رنگ میں اس کا ثبوت موجود ہے پھر زمانہ حال کی ایک عجیب شہادت جو لکھوکھہا شواہد سے بڑھ چڑھکر ہے یہ ہے کہ اسی قرآن کریم کا مصدق احمدؑ محمد رسول اللہ صلعم کا خادم اس زمانہ کا رسول و نبی دنیا میں ایسے جلالی رنگ میں آیا کہ اس کے آگے دیگر تمام مذاہب

سرنگون ہوگئے اور اسنے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے قرآن کریم کی صداقت کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بجادیا اور کوئی اس پر غالب نہ آسکا اور کوئی مقابلہ کے لئے ظاہر نہ ہوا۔

چونکہ اس زمانہ کے نبی اور رسول یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقابلہ زیادہ تر عیسائیوں سے تھا اسلئے آپ نے کل زمانہ پر ثابت کرکے دکھلادیا کہ عیسائیوں کی یہ دلیل "کہ چونکہ قرآن شریف موجودہ بائبل کا مصدق ہے اسلئے ہر حامی قرآن شریف پر فرض ہے کہ وہ موجودہ بائیبل کو قابل اتباع اور لائق تسلیم سمجھے۔ غلط ہے کیونکہ آپنے ثابت کردیا کہ یہ کتب موجودہ محرف ومبدل ہیں۔ اور ان کی تحریف وتبدیل مختلف اقسام کے صدہا دلائل سے ثابت کردی آپکے مابعد آپکے خلفاء رضوان اللہ علیہم نے بھی دلائل قاطع اور براہین ساطع سے یہ مضمون ثابت کردیا چونکہ یہ مضمون ایک ضروری مضمون ہے لہٰذا ہم بھی اسی سلسلہ میں ایک مضمون ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ عام تحریف نہ عہد عتیق کے بارہ میں مسیحی حلقہ میں مشہور اور سب سے زیادہ برجستہ دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ موجودہ عہد عتیق دو ایسے مختلف ومتضاد اقوام کے پاس ہمیشہ سے رہا ہے جو علاوہ قومی بُعد کے مذہب میں بھی سخت سخت عناد وفساد مابین رکھتی ہیں یعنی یہودی اور مسیحی پھر کیونکر ممکن ہے کہ اگر ایک قوم تحریف وتبدیل کرتی تو دوسری قوم جو اسکے سخت معاند ومخالف تھی شور وغل کرکے آسمان سر پر نہ اٹھا لیتی پھر در آنحالیکہ یہود ونصاریٰ کے صدہا مختلف فرقہ جات اس امر پر متفق ہیں کہ کسی دوسرے فریق حامی عہد عتیق نے اسمیں تحریف نہیں کی۔ بایں صورت غیر لوگوں کا اس کو محرف ومبدل بتلانا ایک دعویٰ بے دلیل ہے جو ہرگز قابل سماعت ولائق قبول نہیں ہے۔

یہ دلیل ایک حد تک واقعی ایسی دلیل ہے جس سے عوام غلطی کے دائرہ میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ اسی دلیل کو مسیحیوں نے اپنی مختلف کتب میں بڑے کر و فر اور شد ومد سے بیان کیا ہے اتمام غیریں جو ایک عربی ناول کا ترجمہ علاوہ اردو کے پشتو۔ فارسی۔ انگریزی وغیرہ زبانوں میں بصورت کتاب ضخیم شائع کیا جاتا ہے اسمیں بھی اس دلیل کو بہت سراہا گیا ہے مگر ہم دکھلاتے ہیں کہ یہ دلیل کیسی ہے کہانتک راستی پر مبنی ہے پر قبل ازیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عہد عتیق کے جامع عزرا نبی کے حالات اور دیگر روایات متعلقہ مضمون ہٰذا جو فریقین کے نزدیک مسلمہ اور مفید ہوں بہ تفصیل تحریر کردیجاویں۔ تا مابعد میں نکتہ چینی کی رعایت ہوسکے۔

یہودی اور مسیحی حلقہ میں یہ بات مسلمہ ہے کہ عہد عتیق کی کتب کو بالعموم عزرا نے جمع و مرتب کیا تھا بقول ریونڈ ولیم جی بلیکی صاحب ڈی۔ڈی ایل ایل ڈی کے یہود کے بحال ہونے اور اپنے وطن کی طرف (یعنی اسیریٔ بابل کی رہائی کے بعد) عود کرنے کی تاریخ تین یہودی لیڈروں میں کا ایک لیسیڈر تھا۔جس نے ارتخشس لانگی مانس (لنگی مانس یعنے لمبے ہاتھوں والا) کی حکومت کے آٹھویں سال میں بابل سے روانہ ہو کر موسوی دستور کے بحال کرنے میں بڑی جانفشانی کی تھی۔یہی عزرا ارتخشس کے ساتویں سال چھ سات ہزار اسرائیلیوں کے ہمراہ بابل سے یروشلم روانہ ہوا۔عزرا سردار کاہن سرایا کی اولاد میں سے تھا جسے بنوخد نضر نے یروشلم کو مطیع کرتے وقت مروا ڈالا تھا یروشلم میں پہنچ کر ماسوائے دیگر کاموں کے ایک اور بڑے کام میں عزرا نے حصہ لیا اور وہ کام نہایت بیش قیمت کام تھا۔جس کے سبب عزرا کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا اور وہ کام یہ تھا کہ اسنے شریعت کی کتاب یا یوں کہیں کہ کینین آف ہولی رائٹ کو مرتب اور شائع کیا۔

کئی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک شریعت کے نسخے یہودیوں کے درمیان نہایت کمیاب تھے۔اور اب جبکہ لوگ بابل سے لوٹ کر آئے تو یہ نسخے نہ صرف کمیاب ہی تھے۔بلکہ کئی ایک اس زبان کو بھی نہیں سمجھتے ہونگے جسمیں شریعت کی باتیں تحریر تھیں۔پس عزرا کا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے شریعت پڑھکر سنائے عزرا نے نوشتوں کا ملاحظہ کرتے وقت پرانے عبرانی حروف کی جگہ کسدی حروف جو زیادہ واضح اور عمدہ شکل کے تھے استعمال کئے ملاحظہ ہو۔تواریخ بائبل مصنفہ ریونڈ ولیم جی بلیکی ڈی ڈی ایل ایل ڈی ترجمہ ریونڈ طالب الدین بی اے صفحہ ۳۹۶

منجملہ دیگر تبدیلیوں کے دو عملی تبدیلیاں جو اس زمانہ میں ایک دوسری صورت اختیار کئے ہوئی ہیں عزرا نے ہی کی تھیں۔ان میں سے ایک تو عبادتخانوں اور عبادتخانہ کی عبادت کو جاری یا بحال کرنے کا کام تھا گو قدیم زمانوں سے یہ رواج چلا آتا ہوگا کہ لوگ عبادت کے لئے جابجا اکٹھے ہوں مگر تاہم یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسیری کے پہلے اس قسم کے مجمعوں نے سینگاگ (عبادتخانہ) کی صورت اختیار کی ہو۔دوسرا کام روایتوں یا حدیثوں کی مقدر ست بڑھانے کا کام تھا۔

یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسیری کے بعد عبادتخانے ہر جگہ قائم کئے گئے تاکہ شریعت پڑھی جائے اور سمجھائی جائے۔شریعت کا پڑھا جانا اور اسکی شرح کرنا اسوقت سے ایک پیشہ

بنگیا اور آئندہ کاہنوں اور لاویوں کے ہی خاندان پر موقوف و محدود نہ رہا۔ لکھی ہوئی شریعت کے فقیہہ جیساکہ اس پیشے والے کہلاتے ہیں شرح کرکے سنایا کرتے تھے اور جہاں اسکا مطلب کم صاف یا تشریح کا محتاج ہوتا تھا تو وہ تشریح کردیا کرتے تھے (یہیں سے طالمود کی بنیاد پڑی)

روایت کا شروع مثنا گیمرا اور طالمود پھر رفتہ رفتہ یہ خیال بھی جڑ پکڑنے لگا کہ علاوہ لکھی ہوئی شریعت کے زبانی شریعت بھی متداول ہے جو خدا نے بزرگوں کو مرحمت کی تھی۔ پر وہ لکھی نہ گئی مگر اسکا علم روایت یا حدیث کے وسیلے حاصل ہو سکتا اور محفوظ رکھا جاسکتا ہے اور یہی وہ بزرگوں کی روایت کہلاتی ہے جیسے دوسری صدی مسیحی کے وسط میں ربی یہوداہ نے جو کہ شمعون کا بیٹا تھا اور بڑا عالم شخص تھا جمع کرکے قلمبند کیا اس مجموعہ کو جسمیں یہ روایتیں قلمبند تھیں۔ مثنا کہتے تھے۔ پھر بڑے بڑے علماء نے مثنا پر تفسیریں کیں یہ تفسیریں تنہا گیمرا کہلاتی ہیں اور مثنا اور اسکی تفسیروں کو **طالمود** کہتے ہیں۔ بابل کی طالمود جیسی کسدی یہودیوں نے تالیف کیا ایک ایسی کتاب ہے جو بارہ جلدوں میں منقسم ہے۔ ملاحظہ ہو تواریخ بائبل مذکور صفحہ ۴۱۰ و ۴۱۱

مذکورہ بالا چند سطور میں جو کچھ یہود کے علم روایات کے متعلق ولیم جی بلیکی صاحب کی زبان سے آپنے سنا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مسیحی مستند مفسرین کی تفاسیر سے اسکی ذرا اور زیادہ تشریح کیجائے کیونکہ یہیں سے سراغ چلتا ہے کہ عہد عتیق محفوظ عن التحریف نہیں رہا اور یہ مضمون ہذا کا ضروری حصہ ہے۔

جناب آدم کلارک صاحب جو مشہور و معروف مسیحی مفسر ہیں اپنی تفسیر کے جلد ۲ کے اندر عزرا کی کتاب کی شرح کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ "یہود کا آئین دو قسم کا ہے ایک مکتوب جسے توریت کہتے ہیں۔ دوم غیر مکتوب جسے روایت زبانی کہتے ہیں اور بزرگوں کی معرفت انہیں پہنچے۔ اور مدعی ہیں کہ کوہ طور پر یہوداہ نے موسیٰ کو ہر دو مرحمت کئے تھے پس انمیں ایک کتابت کے وسیلہ سے اور دوسرا بزرگوں کے ذریعہ سے پشت بہ پشت نقل ہوکر ہم تک پہنچے اور اس وجہ سے ہر دو کو رتبہ میں مساوی اور منجانب اللہ اور واجب التسلیم و قابل اعتبار یقین کرتے اور مانتے ہیں۔ بلکہ موخر الذکر یعنی **غیر مکتوب کو ترجیح** دیتے ہیں اور مانتے ہیں کہ آئین مکتوب بہ سبب اکثر جگہ ناقص اور بہ اغلاق ہونے کے آئین غیر مکتوب کے بغیر **ایمان کا اصل** نہیں ہو سکتا اور یہ روایت یا حدیث بڑی کامل و واضح ہے اور قسم دوم کی

تشریح وتفسیر کر کے اسے مکمل کرتی ہے اور اسی سبب سے آئین مکتوب کے جو معنی آئین غیر مکتوب یعنی روایات زبانی کے مخالف ہوں اسے مردود اور فضول سمجھتے ہیں یہود کی کتب میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے الفاظ توریت کے لفظوں سے زیادہ عزیز ہیں اور توریت کے لفظ بعض وزنی اور بعض غیر وزنی ہیں۔ مگر مشائخ کے الفاظ سارے کے سارے وزنی ہیں اور نیز یہ کہ مشائخ کے الفاظ پیغمبروں کے الفاظ کی نسبت بہت بڑے وزنی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آئین مکتوب ایسی ہے جیسے پانی اور مشناوطالمود جیسے شراب مصالحہ دار یا آنکہ آئین مکتوب نمک اور مشناوطالمود جیسے مرچ اور مصالحہ شیرین۔ الحاصل یہود کے نزدیک مسلمہ امر ہے کہ توریت کی نسبت مشناوطالمود کا بڑھکر ادب و اعتبار کرنا چاہیئے اور علم روایات کے اصل ہونے کی نسبت ان کا یہ خیال ہے کہ خدا نے جب موسیٰ کو کوہ طور پر توریت عنایت کی تو اسکے معانی بھی بیان فرمائے اور حکم دیا کہ توریت کو لکھ لے پر معانی وتفسیر کو از بر یاد رکھ پس موسیٰ نے ایسا ہی کیا۔ پھر اپنے ہٹنے کے ساتھ ہی ہارون کو اپنے خیمہ میں بلا کر پہلے آئین مکتوب پھر زبانی روایات جو اسکے سنے ہیں سکھائے اور ہارون تعلیم پاکر موسیٰ کے دہنے بیٹھ گیا اسکے بعد ہارون کے بیٹے الیعازر اور ایتامار اندر آئے اور باپ کی طرح تعلیم پاکر اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک موسیٰ کے بائیں اور دوسرا ہارون کے دہنے بیٹھ گیا اسکے بعد ستر مشائخ نے آکر ہر دو کی تعلیم حاصل کی پھر ان سب نے اپنا آموختہ پڑھکر سنایا اور پھر چار بار ستر مشائخ نے عوام اسرائیلیوں کے سامنے پڑھا اور وہ سب کو یاد ہوگیا (ایسے تیز ذہن) اور پھر موسیٰ نے اپنی وفات سے پہلے بارھویں ماہ کی چھٹی تاریخ کو توریت کے تیرہ نسخے لکھکر بدیں غرض کہ بارہ نسخے بارہ فرقوں میں سے ہر ایک کو ایک اور تیرھواں بنی لیوی کو کہ حفاظت سے ہیکل کے اندر رکھیں دے اور آئین غیر مکتوب یعنی زبانی روایات کو یوشع کے سامنے پڑھا اور ساتویں تاریخ کو نبو پہاڑ پر چڑھکر وفات پائی۔ یوشع نے آئین غیر مکتوب کو مشائخ کے سپرد کیا اور انہوں نے پیغمبروں کو اور پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر دوسرے کو پہنچاتا رہا۔ یہانتک کہ یرمیاہ کی باری آئی۔ یرمیاہ نے باروق کو اور باروق نے عزرا کو۔ اور عزرا نے مجمع علماء کو کہ سب سے اخیر کا شمعون راستباز ہے اور اس نے انٹی گونس اور اسنے یوسی بن یحنان اور اس نے یوسی بن یومیرا اور اسنے نتہان اربلی اور یوشع بن پرخیا اور انہوں نے یہوداہ بن طبیا اور شمعون بن شطاہ اور انہوں نے شمایا ابی طلیون اور انہوں نے ہلل اور اسنے اپنے بیٹے شمعون کو اور (شاید یہ شمعون وہی ہے جس نے ہیکل میں مریم کے پاک

ہونیکے میعادی دنوں میں مسیح کو دیکھا اور اسے ہاتھوں پر رکھا تھا) شمعون نے اپنے بیٹے گملی ایل کو اور اسنے اپنے بیٹے شمعون کو اور اسنے اپنے بیٹے یہوداہ حق دوش کو اور یہوداہ نے ایک کتاب لکھکر اسکا نام مشنا رکھا اور یہود کے نزدیک وہ کتاب بہت معتبر اور واجب التسلیم اور ساری کی ساری منجانب اللہ ہے پھر مسنا پر یہود کے علماء نے دو شرحیں لکھیں ایک تیسری صدی مسیحی میں یروشلم کے اندر دوسری چھٹی صدی کے شروع میں بابل کے اندر اور ان دونوں شرحوں کا نام گمرا ہے اور گمرا کے معنے کمال کے ہیں اور بخیال یہود ان شرحوں کے اندر متن کی تفسیر کمال کی ہوئی ہے اور اگر متن اور شرح کو اکٹھا لیویں تو اسکا نام طالمود ہے یروشلم والی طالمود مغلق ہے اسلئے بابلی والی طالمود ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے۔

تفسیر ہارن جلد ۲ حصہ ۱ باب ۷ ہارن صاحب لکھتے ہیں "مشنا ایک کتاب ہے جو یہود کے مختلف روایات اور کتب مقدسہ کے متنوں کی شرح ہے اور یہود کا خیال اسکے حق میں یہ ہے کہ جس وقت یہوداہ نے موسیٰ کو سینا پر توریت دی اسی وقت ان روایات کو بھی دیا اور موسیٰ سے ہارون اور الیعاذ۔ اور یوشع کو اور ان سے دیگر سلوں کو اور ان سے بزرگوں کو ملیں علیٰ ہذا القیاس پشت بہ پشت منقول ہوکر شمعون تک جو مسیح کے عہد تولد میں ہیکل میں تھا آئیں اور اس سے گملی ایل کو اور اس سے یہوداہ حق دوش کو (لیکن اسجگہ آدم کلارک صاحب کے مطابق تین واسطے چھوٹ گئے) اور یہوداہ حق دوش نے دوسری صدی کے اخیر میں قریبا چالیس برس کی محنت میں ان سب روائیوں کو یکجا جمع کیا اسی وقت سے یہ کتاب پشت بہ پشت یہود میں مستعمل ہے اور بسا اوقات ان کے نزدیک اس کتاب کی قدر توریت وغیرہ مفسر ہارن صاحب سے زیادہ ہوتی ہے مسنا پر دو شرحیں ہیں ہر ایک کو گمرا کہتے ہیں پہلا گمرا یروشالم والا جو بعض محققین کے نزدیک پانچویں صدی میں یروشلیم کے اندر اور دوسرا گمرا بابل والا کہ چھٹی صدی کے اندر بابل میں لکھا گیا۔ لیکن اول الذکر یہود کے نزدیک ایسی قدر نہیں رکھتا جیسی کہ موخر الذکر کی مقدرت ہے اگرچہ فضول کہانیوں سے بھرپور ہے یہود میں اسی کی درس تدریس کا رواج ہے۔ ہر مشکل میں اسکو اپنا راہنما سمجھکر اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور گمرا اسواسطے کہتے ہیں کہ گمراہ کے معنے کمال کے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ یہ شرح توریت کا کمال ہے اس سے بڑھکر شرح نہیں ہوسکتی اور نہ ہی دوسری شرح کی احتیاج ہے۔ اور متن کے ساتھ جب یروشلم والی گمرا ملتی ہے تو اس مجموعہ کو یروشلم والی طالمود کہتے ہیں اور جب بابل

والی گمرا ملے تو اسے بابل والی طالمود کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا ثلاثہ اشخاص معروف مسیحی مفسرین کے بیانات و خیالات سے چند امور بتشریح ثابت ہوتے ہیں جن پر غور کرنی از بس ضروری ہے۔

ا۔ یہ کہ یہود کے نزدیک مذہبا و شرعاً آئین غیر مکتوب یعنے روایات زبانی بہ نسبت آئین مکتوب یعنی توریت وغیرہ کے زیادہ مستند اور عزیز اور واجب التعظیم والتسلیم ہیں۔

ب۔ یہ کہ پیغمبروں کے الفاظ کی نسبت مشائخ کے الفاظ زیادہ وزنی ہیں یعنی صحف الانبیاء علیہم السلام سے علم روایات زیادہ قابل ترجیح ولائق پسند اور واجب التسلیم ہیں

ج۔ یہ کہ آئین مکتوب یعنی توریت اکثر جگہ ناقص و مغلق ہے جو محتاج علم روایات ہے

د۔ یہ کہ آئین مکتوب (توریت وغیرہ) پر آئین غیر مکتوب یعنے علم روایات حکم ہے۔ کیونکہ علم روایات کے مخالف اگر توریت وغیرہ سے کوئی امر ثابت ہو۔ تو اسے مردود جانتے ہیں

ہ۔ یہ کہ علم روایات کی اصل یعنی طالمود بابل والی گمرا جو بقول مسیحی مفسرین مذکور بیہودہ کہانیوں سے مالامال ہی بہت قدر رکھتی ہے اور یہود ہر مشکل میں اسے اپنا راہنما سمجھکر اسکی جانب رجوع کرتے ہیں۔ اب ناظرین خود غور فرمادیں۔ ان امورات کے ہوتے ہوئے کون منصف مزاج محقق ہے جو یہ کہہ سکے کہ یہود نے اپنے علم روایات کو عہد عتیق میں اکثر مقامات پر جگہ نہ دی ہو کیونکہ جس صورت میں اصل ایمان اور حکم توریت و صحف الانبیاء پر علم روایات یعنی احادیث ہیں تو پھر ان کے نزدیک کچھ گناہ نہیں کہ وہ توریت کے کلمات ربانی میں اپنے کلمات روایتی و حکائتی نہ درج کریں۔

اب صرف تحقیق طلب امر یہ ہے کہ انہوں نے کب ایسا کیا اسکی نسبت ہمارا یقین ہے کہ در اصل تحریف کی بنیاد عزرا سے شروع ہوئی جسکا طفلی زمانہ علماء کے عہد میں گزرا۔ اور عین عالم شباب اسکا انٹی گونوس اور یونی بن یحنان سے شروع ہو کر یہوداہ حق ووش کے زمانہ کے کچھ دیر کے بعد تک رہا کیونکہ ان وقتوں میں یہود سے کون پوچھنے والا تھا عزرا سے لیکر ملل کے بیٹے شمعون تک تو مسیحی مذہب کا نام تک بھی نہ تھا۔

عیسائی بھی اس مسلسلہ روایات کے مسئلہ میں بالکل یہود کے قدم بقدم ہیں خواہ پراٹسٹنٹ نہ مانیں لیکن بعض کیتھلک علماء انکو وہی بس معتبر و مستند مورخ کی تاریخ کی سند سے خاموش کر دیتے ہیں دیکھو تاریخ یوسیبس جلد ۲ باب ۲ احوال یعقوب حواری

بعد میں جب یہوداہ حق ودش کی مشنا پر علمائے یہود نے تیسری صدی میں پہلی شرح لکھی۔ تو اس صدی کے تیرہ سال بعد تک مسیحیوں کی عالت بالفاظ ان کے "خداوند کیلئے سر ٹیکنے کی جگہ بھی نہیں" والی تھی۔ پھر یہود سے کون جواب طلب کرتا مسیح نے اگرچہ جیسا کہ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے بیشک یہود کو اس بارے میں کچھ ڈانٹ ڈپٹ کی مگر کچھ ثبوت اس امر کا ہم نہیں پہنچ سکتا کہ انکی ڈانٹ ڈپٹ کا اچھا اثر ہُوا تھا۔ بلکہ اسکے برعکس بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہود نے پکار کر کہدیا کہ یہ شخص یسوع مسیح نامی توریت اور صحف الانبیا کو نہیں مانتا چنانچہ یسوع کے شاگرد ویولوس پر بھی یہود نے ایسا ہی گمان کیا تھا جو اعمال کی کتاب میں مصرح ہے پس مسیحیوں کی تیسری صدی میں یہود کے نقارہ میں طوطی کی آواز کا مصداق واویلاچہ مشنے دارد

ناظرین کو یاد ہوگا۔ پادری ولیم جی بلیکی صاحب ڈی ڈی ایل ایل ڈی نے عزرا کی تعریف بدیں الفاظ کی تھی کہ "عزرا نے یروشلم میں پہنچکر ماسوائے دیگر کاموں کے ایک اور بڑے کام کو انجام دہی میں حصہ لیا اور وہ کام نہایت بیش قیمت کام تھا جس کے سبب سے عزرا کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا اور وہ کام یہ تہا کہ اسنے شریعت کی کتاب یا یوں کہیں کہ کینین آف سکرپچر کو مرتب اور شائع کیا۔

اب دوسری جانب خیال فرمائے کہ عزرا نبی کا نام کس عزت کے ساتھ مشہور و معروف مسیحی مفسرین یاد کرتے ہیں اور اسکے کام کی کیا داد دیتے ہیں۔

جناب آدم کلارک صاحب معروف مسیحی مفسر اپنی تفسیر میں تواریخ کے باب ۸ آیت ۷ کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں "اسی جگہ بے تمیزی سے عزرا نے بیٹے کی جگہ پوتا اور برعکس لکھا ہے ایسے اختلافوں میں تطبیق دینی بے فائدہ ہے اور علمائے یہود کہتے ہیں کہ عزرا کو جس نے یہ کتب مرتب کیں اور لکھیں معلوم نہ تہا کہ آیا بعض ان کے بیٹے تھے یا پوتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وے نوشتہ جات جن سے اس نے (عزرا نے) نقل کی اکثر ناقص تھیں۔

جناب آدم کلارک صاحب کے مذکورہ بیان سے چند سطور بہ تصریح ثابت ہوتے ہیں۔

ا عزرا نے کینین آف سکرپچر کے جمع کرنے میں بے تمیزی سے کام لیا۔

ب۔ عزرا کو یہ بھی معلوم نہ تہا کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا تھا یا پوتا سیب شجرہ نسب و دیگر امورات مشتبہ۔

ج۔ جن فردوں سے عزرا نے کنین آف سکرپچر نقل کیا وہ ناقص تھیں اسلئے کئی مقامات پر اس نے غلط امور لکھدیئے اب ان امورات کے ہوتے ہوئے کون انصاف پسند محقق ہے جو یہ خیال کر سکے کہ عزرا جس نے عہد عتیق کو مرتب کیا اس نے اصل نسخوں سے دیکھکر نقل کی ہوگی بلکہ عزرا کے وقت میں تو بقول پادری ولیم جی بلیکی صاحب ڈی ڈی اصل نسخہ جات کی یہ حالت تھی کہ اصل نسخے نہ صرف کمیاب ہی تھے بلکہ کوئی اس زبان کو بھی نہیں سمجھتے تھے جسمیں وہ تحریر ہے اور جناب آدم کلارک صاحب کے مذکورہ بیان سے تو صاف ثابت ہوگیا کہ خود یہود کے نزدیک بھی عزرا نے جن فردوں سے نقل کی وہ ناقص فردیں تھیں پس یہ فردیں بعد میں جب علم روایات کا رواج ہوا۔ تو زیادہ محرف و مبدل ہوگئیں

ابتک اس مضمون پر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے صاف طور پر وہ دعاوی جو قرآن کریم نے دربارہ تحریف توریت و صحف الانبیاء بیان فرمائے ہیں بتصریح ثابت ہوگئے کیونکہ یہود نے خدا کے کلام پر اپنی روایات کو زیادہ ترجیح دی اور اس کلام میں الٰہی کلمات کی بجائے اپنے کلمات درج کر دیئے اور یہی قرآن شریف نے بیان فرمایا مگر ممکن ہے کہ مسیحیوں کی اس سے تسلی نہ ہو اور وہ پھر بھی یہ کہتے پھریں "کہ یہود نے اگر تحریف کی تھی تو پھر مسیحی فرقوں نے کیوں شور نہ کیا اور اگر مسیحی فرقوں میں سے کسی فرقہ نے تحریف کی تھی تو دوسرے فرقوں نے کیوں فریاد نہ کی لہٰذا ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ چند ایسے حوالہ جات کی اسناد پیش کیجائیں جنمیں خود مسیحیوں کو اور نہ صرف مسیحیوں کو بلکہ مستند و معروف مسیحی مفسرین کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ یہاں یہود نے تحریف کی ہے۔

تحریف کا نمونہ نمبر ۱

تحریف کا سب سے پہلا نمونہ کتاب استثنا کے آخری باب ۳۴ آیت ۵-۱۰ ہے جہاں لکھا ہے "سو موسیٰ خداوند کا بندہ مر گیا۔ اور بیت فغور کی ایک وادی کے کنارے گاڑا گیا۔ پر آج کے دن تک کوئی اسکی قبر نہیں جانتا ابتک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا وغیرہ پس اب سوال یہ ہے کہ اگر توریت کی پانچوں کتب موسیٰ پر نازل ہوئی تھیں۔ تو یہ الفاظ کس پر نازل ہوئے تھے کیا موسیٰ پر؟ ہرگز نہیں بلکہ صاف عیاں ہے کہ یہ آیات، بعد میں ملائی گئیں اور اغلب ہے کہ عزرا کے بعد ملائی گئی ہوں۔

تحریف کا نمونہ نمبر ۲

یشوع کی کتاب کا آخری باب ۲۴ آیت ۲۹ بھی محرف ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ایسا ہوا کہ بعد ان باتوں کے نون کا بیٹا یشوع خداوند کا بندہ

چونکہ ایکسو دس برس کا بوڑھا تھا رحلت کر گیا اور انہوں نے اسکی میراث کے سوانے میں تمنت سرح میں جو کوہستان افرائیم میں کوہ جعس کے اتر طرف ہے دفن کیا اور اسرائیل یشوع کی زندگی کے سب دن اور ان بزرگوں کے سب دنوں جو یشوع کے بعد زندہ رہے وغیرہ۔ اسی طرح ایوب نبی کی کتاب کا ۴۲: ۱۶-۱۷ بھی محرف ہے جہاں لکھا ہے "بعد اسکے ایوب ایکسو چالیس سال جیا۔ اور اپنے بیٹے اور پوتے بیٹوں کے بیٹے چار پشت تک دیکھے اور ایوب بوڑھا اور عمر دراز ہو کر مر گیا۔ یہ ہر دو مقامات محرف و مبدل ہیں صاف ثابت ہے کہ یہ آیات بعد میں ملائی گئیں ورنہ ظاہر ہے کہ ایوب جب مر گیا تو الہام کس پر ہوا۔ اسیطرح یشوع اگر مر گیا تھا تو الہام یشوع پر کس طرح ہوا۔ اور اگر قبل از وفات الہام ہوا تھا تو پیش از ظہور واقعہ موت۔ قبل از مرگ واویلا چہ معنی دارد۔ پس بمطابق عیاں را چہ بیاں یہ یہود کے علم روایات کا کرشمہ ہے اور نہیں معلوم کہ موجودہ مجموعہ عہد عتیق میں کسقدر علم روایات کا دخل ہے مگر جہانتک محققین نے تحقیق و تفحص کرکے پتہ چلایا ہے وہانتک ہم بھی اپنے ناظرین کو انشاء اللہ ضرور پہنچائینگے۔ سموئیل کی کتاب نمبر ۲ ۲۴: ۹ میں ہے "اور یوآب نے لوگوں کے شمار کی فرد بادشاہ کو دی۔ سو اسرائیل آٹھ لاکھ بہادر مرد تلوار زن تھے۔ اور یہوداہ کے مرد پانچ لاکھ تھے۔"

تحریف کا تیسرا نمونہ اور مسیحی مفسر کا اقرار

اسی مضمون کے ذیل میں تواریخ کی کتاب کے یہ الفاظ ہیں "تب یوآب نے لوگوں کے شمار کی فرد داؤد بادشاہ کو دی اور سارے اسرائیل گیارہ لاکھ تلوار زن اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار تلوار زن تھے" تواریخ نمبر ۱ ۲۱: ۵

ظاہر ہے کہ بائبل کی ہر دو کتب ایک ہی بات میں آپس میں سخت مخالف و متناقض ہیں۔ ہر دو صحیح نہیں ہو سکتیں یقیناً ایک غلط ہے اور جو غلط ہے وہ الہامی نہیں۔ غیر الہامی کونسی اور کسطرح شامل کی گئی۔ اسکا جواب ایک مسیحی مفسر کے قلم سے سن لیجئے۔ محقق مفسر آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر جلد ۲ سموئیل ۲۴: ۹ کی عبارت کے نیچے یوں قمطراز ہیں "تواریخ کی کتاب میں گیارہ لاکھ اسرائیل اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار ہیں بظاہر اگرچہ کوئی بڑا فرق نہیں۔ کسی بنکر یا سوداگر سے دریافت کرنا چاہئے کہ کتنا بڑا فرق ہے لیکن تاہم ہر دو درست۔ صحیح نہیں سمجھے جا سکتے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کون صحیح ہے۔ اغلب ہے کہ پہلا یعنے سموئیل والا درست ہو۔ پرانے عہد نامے کی تواریخی کتابوں میں اور مقامات کی نسبت زیادہ تحریفیں ہوئی ہیں

لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ الہام نقلنویسوں کو بھی ہوتا تھا بہتر یہی ہے کہ ایکبارہی تسلیم کر لیا جائے کہ پرانے عہد نامہ کی کتابوں میں اور جگہوں کی نسبت بہت ہی تحریفات ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا مشہور مفسر کے کلام سے ثابت ہوگیا کہ عہد عتیق کی کتب میں تحریفات ہوتی ہیں اور وہ مشہور کہتا ہے کہ ان کو قبول کر لینا چاہیئے پس ثابت ہوا کہ مسیحی مفسر یہود کو ملزم قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے عہد عتیق کو محرف و مبدل کر ڈالا۔ اب مسیحیوں کی وہ دلیل آدم کلارک صاحب کے نزدیک غلط ہے

تحریف کا نمونہ نمبر ۴

تواریخ نمبر ۲ ۳۶/۹ کے یہ الفاظ ہیں "یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور اسنے تین ماہ دس یوم یروشلم میں سلطنت کی اور اسنے وہ کام کئے جو خداوند کی نظر میں برے تھے"

اسی بادشاہ کی نسبت سلاطین نمبر ۲ ۲۴/۸ میں لکھا ہے اور یہویکین جب تخت پر بیٹھا تب اٹھارہ برس کا تھا اور یروشلم میں اسنے تین ماہ سلطنت کی۔ ظاہر ہے کہ پہلی کتاب میں یہویکین کی عمر آٹھ برس بتائی گئی ہے اور اسکی سلطنت کے عہد کی تعداد تین ماہ اور دس یوم مگر اسکے برعکس دوسری کتاب میں اسکی عمر اٹھارہ برس اور سلطنت کرنے کی میعاد صرف تین ماہ لکھی ہے دس یوم کو جانے دیجئے لیکن آٹھ سال کے اٹھارہ سال حساب کے کسی قاعدے سے بن نہیں سکتے اسی لئے یہ موقعہ تاریخ میں محرف ہے دیکھو تفسیر تواریخ آدم کلارک صاحب جلد نمبر ۲ زیر عبارت سلاطین نمبر ۲ مذکور۔ دیکھو اسجگہ بھی اس مسیحی مفسر کے قول کے مطابق عہد عتیق میں تحریف واقع ہوئی ہے۔

نمونہ نمبر ۵۔ اور لشب صاحب کا اقرار

یشوع کی کتاب ۱۳/۲۴ کے یہ الفاظ ہیں "اور موسیٰ نے جد کے فرقے بنی جد کے مطابق ان کے گھرانوں کو حصہ دیا۔ اور انکی سرحد یہ تھی یعزیر اور جلعاد کے سارے شہر اور بنی عمون کی آدھی سرزمین عراعر تک جو ربہ کے سامنے ہے"۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ زمین بنی جد کو زنہار نہیں دی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ استثنا میں بنی عمون کی سرزمین کی نسبت یہ حکم ہے "اور جب تو بنی عمون کے آمنے سامنے پہنچے تو انہیں دکھ نہ دے اور نہ انہیں چھیڑ کیونکہ میں بنی عمون کی سرزمین سے تجھے میراث نہیں دینے کا کہ اسے میں نے بنی لوط کی میراث میں دیا ہے" استثنا ۲ باب ۱۹ آیت

پس جب خدا تعالیٰ کا یہ حکم تھا کہ وہ میراث تجھے نہیں ملیگی کیونکہ بنی لوط کی ہے۔ تو پھر کسطرح ہو سکتا ہے کہ موسیٰ نے نصف سرزمین کا حصہ بنی جد کو دیدیا ہو۔ مگر بحکم خدا وہ اسکے نزدیک بھی نہ گئے ہونگے چنانچہ استثنا کے ۲ے ۳۷ میں صاف لکھا ہے "مگر بنی عموں کی سرزمین اور وادی یبوق کی نواحی اور کوہستان کی بستیاں اور بعض بعض مقامات جہاں خداوند ہمارے خدا نے ہمیں جانے نہ دیا ان کے نزدیک ہم نہ گئے" دیکھو یہاں صاف اقرار موجود ہے کہ بنی اسرائیل موسیٰ کی حیات میں بنی عموں کی سرزمین کے پاس بھی نہ گئے کیونکہ خدا کا حکم اس سرزمین کے حق میں موسیٰ کو ایسا ہی ملا تھا پس یشوع کی کتاب کی مذکورہ عبارت قطعاً درست نہیں چنانچہ مسیحی بشپ صاحب جناب بشپ ہارسلی صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں "کہ اس جگہ متن عبرانی محرف ہے" دیکھو بشپ صاحب موصوف نے تحریف کا صاف اقرار فرمایا ہے۔

اقرار تحریف کا چھٹا نمونہ

سموئیل نمبر ۲ ۲۳/۸ آیت کے یہ الفاظ ہیں "اور داؤد کے بہادروں کے یہ نام ہیں بہلا تحکمونی جو کرسی پر بیٹھتا تھا۔ سرداروں کا رئیس تھا۔ وہی ادینو تھا جو ایرنی کہلاتا اسی نے آٹھ سو پر بھالا چلایا اور انہیں ایک ہی وقت قتل کیا مگر برخلاف سموئیل کے تواریخ نمبر ۱ ۱۱/۱۱ آیت کے یہ الفاظ ہیں "داؤد کے بہادروں کا شمار یہ ہے۔ سبوبعام بن حکمونی جو سرداروں میں بڑا تھا۔ اسنے تین سو پر اپنا بھالا چلایا اور انہیں ایکبار قتل کیا"

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا ہر دو الہامی آیات میں بہت اختلاف ہے بموجب سموئیل کی کتاب کے بڑے سردار نے جس کے نام میں بھی ہر دو کتب ایک دوسرے کے مخالف ہیں آٹھ سو پر بھالا چلا کر ایکبار قتل کیا تھا۔ مگر مطابق تواریخ کی کتاب کے تین سو پر بھالا چلا کر قتل کیا بہرحال ہر دو صحیح نہیں ہو سکتیں مفسر آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں زیر عبارت سموئیل کی کتاب مذکور کے لکھتا ہے "کہ سموئیل کی کتاب میں غلطی واقع ہوئی ہے" اور ڈاکٹر کنی کاٹ صاحب کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں "کہ ڈاکٹر کنی کاٹ صاحب فرماتے ہیں" "اس درس کے عبرانی متن میں تین بڑی تحریفیں ہوئی ہیں۔ دیکھو صاف اقرار کیا ہے۔ اور ہر دو فضلائے نے صرف ایک تحریف بلکہ ثلاثہ تحریفات کو تسلیم کیا ہے۔

تحریف کا ساتواں نمونہ اور علماء کا اقرار

سموئیل نمبر ۲ ۱۵/۷ آیت یہ ہے "اور بعد چالیس برس کے ایسا ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ (داؤد) کو کہا مجھے پروانگی ہو کہ میں جاؤں"

اب غور فرمادیں کہ اس الہامی عبارت میں ایک عجیب غلطی ہے داؤد بادشاہ نے کل چالیس سال بادشاہی کی اور بغاوت ابی سلوم کے بعد بادشاہ داؤد بہت سال زندہ رہا۔ لیکن اگر بغاوت ابی سلوم بموجب آیت مذکور چالیس سال کے بعد ہوئی تو ظاہر ہے نتیجہ یہی نکلا کہ بغاوت بعد از وفات داؤد بادشاہ ہوئی اور یہ صریح البطلان ہے اسی لئے بائبل کے حاشیہ اور ریفرینس میں لکھا ہے "سریانی اور عربی ترجموں میں چالیس کی جگہ چار" پس ثابت یہی ہوا کہ اسمیں تحریف ہوئی۔

مشہور و معروف یہودی مورخ جوزیفس کی ضخیم کتاب تواریخ کی ساتویں کتاب کے باب ۹ میں دربارہ بیان مذکور چالیس کی جگہ چار سال لکھے ہیں۔ اسی لئے مسیحی مذہب کے جید علماء نے غلطی کو تسلیم کیا ہے۔

ہارن صاحب کی تفسیر جلد ۲ باب ۹ میں لکھا ہے "ظاہرا یہ غلط ہے (یعنے چالیس سال) ترجمہ سریانی اور ترجمہ عربی اور پوپ سکٹس کا صحیح کردہ لاٹن ترجمہ اور تواریخ یوسیفس اور تھیوڈورٹ اور دیگر لاٹن نسخہ جات میں چالیس کی جگہ چار ہے اور مسٹر ہالنڈ صاحب نے اپنی ترجمہ سریانی میں لکھا ہے" (تفسیر ہنری و اسکاٹ والے بھی ہارن صاحب سے متفق ہیں) اور مشہور مفسر جناب آدم کلارک صاحب اپنی تفسیر جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ "اسمیں شبہ نہیں کہ یہ عبارت محرف ہے"۔

تحریف کا نمونہ نمبر آٹھواں اور مفسرین کا اقرار

تواریخ نمبر ۲ ۱۳ آیت یہ ہے "اور ابیاہ نے چار لاکھ جنگی مرد لے کر جو چنے ہوئے جنگی جوانمرد تھے جنگ کے لئے صف باندھی اور یربعام نے بھی اسکے مقابلہ میں آٹھ لاکھ چنے ہوئے بہادر لوگ لے کر جنگ کے لئے صف آرائی کی"۔ اور تواریخ کے مذکورہ باب کی ۱۷ آیت یہ ہے "سو اسرائیلی میں پانچ لاکھ چنے ہوئے مرد گر گئے"۔

اب ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے کہ یہ اعداد غلط ہیں اسلئے مفسر ہارن صاحب لاٹن نسخوں کے اعداد یعنی چالیس ہزار اور اسی ہزار وغیرہ صحیح بتلاتے ہیں اور انہیں غلط تفسیر ہارن صاحب جلد ۱ آدم کلارک صاحب کی تفسیر جلد ۲ میں لکھا ہے "معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹا عدد یعنے لاٹینی والا صحیح عدد ہے اور ان تواریخ کی کتابوں کے عدد میں ہمیں عموماً تحریف کے واقعہ کی فریاد کا موقعہ ملا ہے مذکورہ بالا تمام شواہد و اثبات کی رو سے ثابت ہو گیا کہ عہد عتیق میں بکثرت تحریف و تبدیل ہوئی ہے

اور خود مسیحی علماء و فضلاء مفسرین نے اسے تسلیم کیا ہے پس اب مسیحی صاحبان اپنی دلیل کا ان عالموں فاضلوں سے تصفیہ کروالیں جو اس دلیل کی بطالت کو روز روشن کی طرح ظاہر کرتے ہیں۔

اب ہی یہ دلیل "کہ اگر مسیحیوں کا کوئی فرقہ عہد عتیق میں تحریف کرتا۔ تو دوسرا فرقہ بزور ظاہر کر دیتا" لہٰذا ذیل میں ایک نمونہ اسکا بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ایک عیسائی فرقہ مسیحیوں کی تحریفات کا شاکی ہے لفظ "ایل" منجملہ دو صد بائیس مقامات کے عبرانی بیبل میں اٹھارہ دفعہ مجازاً مستعمل ہوا ہے یسعیاہ ۹ میں اہل تثلیث نے اسکا ترجمہ خدا لکھا ہے مگر جب خاص اسی طرح یہی لفظ بنو خد نصر کے واسطے حزقی ایل ۱۱/۳۱ و ۲۱/۳۲ میں آیا۔ تو اسجگہ اسکا ترجمہ "زبردست زور آور حاکم یا بادشاہ" لکھدیا یہ سخت تحریف ہے جس پر ولایتی اور دیسی یونیٹرین سب نے شور مچایا ہے کہ یہ کیوں تحریف کی گئی۔ اور ابتک بائبل میں موجود ہے۔

پس مسیحی صاحبان کی یہ دلیل بھی غلط ثابت ہوئی کہ اگر کوئی مسیحی فرقہ تحریف کرتا تو دوسرا فرقہ راز فاش کر دیتا دیکھو ہمنے ثابت کر دیا کہ مسیحی فرقے نے بھی تحریف کی اور یہود نے بھی تحریف کی۔ اور ہر دو نے عہد عتیق کو بیسیوں ڈالا۔ ابھی اناجیل یعنی عہد جدید کی تحریف علاوہ ازیں فقط (باقی آیندہ)

بحث رفع مسیح

مفسرین کا اختلاف

آپکا عقیدہ جو خلاف کتاب اللہ و احادیث صحیحہ ہے اس کی بنیاد صرف بعض اقوال بعض مفسرین پر ہے جو خیالات مشکوکہ ہی ہیں آپکو بتلایا جاوے کہ وہ خیالات بھی آپس میں سخت اختلاف رکھتے ہیں عقل انسانی حیران رہجاتی ہے کہ کس قول پر اعتبار کیا جاوے۔ اور کسکو چھوڑا جاوے چنانچہ ان میں سے چند اقوال بعض مفسرین کے دربارہ شبیہ مسیح و رفع مسیح بحوالہ تفاسیر مندرج ہوتے ہیں

اختلاف شبیہ

(۱) ایک کہتا ہے کہ سب حواری مسیح کے شبیہ بنگئے
(۲) دوسرا کہتا ہے نہیں صرف ایک شبیہ بنا تھا۔ تیسرا کہتا ہے حواری نہیں تھا۔ بلکہ ایک

لقد صورهم الله تعالیٰ علی صورة عیسیٰ (درمنثور) (۲) ایکم یلقیٰ علیه شبهتی (درمنثور) (۳) فقال الملك رجل منهم ادخل علیه

دشمن شبیہ بنگیا۔ چوتھا کہتا ہے شبیہ تو بن ہی نہیں سکتا صرف ایک شخص اونچا کر کے لٹکا یا گیا تھا۔ پانچواں کہتا ہے کوئی قتل نہیں ہوا یونہی جھوٹ بات بنائی گئی چھٹا مفسر کہتا ہے ایک منافق شبیہ مسیح بنگیا تھا۔ ساتواں مفسر کہتا ہے سارا جسم شبیہ نہیں ہوا صرف چہرہ شبیہ ہوا تھا۔ اٹھواں مفسر کہتا ہے سب باتیں جھوٹی ہیں بلکہ یہودیوں کا سردار شبیہ ہوا تھا۔

فاقتلہ فدخل فالقی اللہ شبہہ علیہ (درمنثور) (۲) فاخذوا انسانا وقتلوہ ولبسوا علی الناس انہ المسیح (تفسیر کبیر) (۵) لم یقتل احد ولکن ارجف بقتلہ (بیضاوی) (۶) القی اللہ شبہہ علی من نافق (جلالین) (۷) لما راو المقتول الوجہ عیسی والجسد لیس بجسدہ (جمل) ۱

اختلاف رفع

ایک مفسر کہتا ہے کہ تین گھڑیاں وفات دیکر بعد میں رفع مسیح ہوا۔ دوسرا کہتا ہے نہیں تین دن مسیح فوت ہو کر بعد میں رفع ہوا تیسرا کہتا ہے نہیں سات گھڑیاں وفات دیکر رفع ہوا۔ چوتھا کہتا ہے نہیں حالت نوم میں رفع ہوا۔ پانچواں مفسر کہتا ہے بحالت یقظہ یعنی جاگتے جاگتے رفع ہوا۔ آٹھواں مفسر کہتا ہے جبریل نہیں لیگیا بلکہ بادلوں میں چڑھ کر گئے۔ نواں مفسر فرماتا ہے طور سینا والی بات جھوٹی ہے بلکہ بیت المقدس سے رفع ہوا۔ دسواں مفسر کہتا ہے نہیں حضرت عیسی دوڑے جا رہے تھے کہ رفع ہوا۔

(۱) توفی اللہ عیسی بن مریم ثلثہ ساعات من النہار حتی رفعہ الیہ (درمنثور) (۲) اماتہ اللہ ثلثۃ ایام ثم بعثہ ورفعہ (ابن عساکر) (۳) ان اللہ توفی عیسی سبع ساعات ثم احیاہ (الدر المنثور) (۴) رفعہ اللہ فی منامہ (الدر المنثور) (۵) اماتہ اللہ ثلثۃ ایام ثم بعثہ ورفعہ (درمنثور) (۶) فبعث اللہ عز وجل جبریل فادخلہ خوخۃ فی سقفہ روزنۃ فرفعہ اللہ من تلک الروزنۃ (خازن) (۷) کان عیسی علی الطور سینا وھب الریح فہرول فرفعہ اللہ تعالی میں (۸) ارسل اللہ الیہ سحابۃ فرفعہ (جلالین) (۹) کان ذلک ببیت المقدس (جلالین) (۱۰) فرفعہ اللہ فی ھرولہ

یہ خیالات ردیہ ہیں

(۱) یہ جو لوگوں میں ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا رفع تینتیس سال میں ہوا تھا یہ کسی صحابی یا تابعی

وما یذکر ان عیسی رفع وھو ابن ثلث وثلثین لا یعرف بہ اثر متصل تجب المصیر الیہ

ل چھٹا کہتا ہے چھت پھاڑ کر ساتواں کہتا ہے طور سینا پر رفع ہوا +

وغیرہ سے منقول نہیں تاکہ اسکا اعتبار کیا جاوے (زاد المعاد وجمل حاشیہ جلالین)

(۲) یہ بات جو امام ابن قیمؒ نے کہی ہے کہ کسی سے منقول نہیں یہی بات صحیح ہے کیونکہ یہ سب روایات تینتیس سالہ والی عیسائیوں کی باتیں ہیں۔

(۲) وھو کما قال فان ذلك انما یروی عن النصاری رشامی وجمل حاشیہ جلالین)

(۳) امام زرقانی لکھتا ہے یہ جو تفسیر جلالین میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ تینتیس سال میں مسیح کا رفع آسمان کی طرف ہوا ہے مجھے ہمیشہ یہی تعجب آتا کہ یہ شخص باوجود یکہ بڑا ماہر اور حافظ اور جامع جمیع علوم معقول منقول ہونے کے ایسا غلط اعتقاد رکھے یہانتک کہ میں نے مرقات الصعود میں لکھا دیکھا ہے کہ جلال الدین سیوطی نے اس اعتقاد سے رجوع کیا ہے

(۳) قال الزرقانی وقع للحافظ جلال الدین سیوطی فی تکملة تفسیر المحلی الجنم بان عیسیٰ رفع وھو ابن ثلاث وثلاثین سنة فمازلت التعجب مع مزید حفظہٗ واتقانه وجمعه للمعقول والمنقول حتی رایته فی مرقات الصعود رجع عن ذلك۔

(جمل حاشیہ جلالین)

صحیح بات کیا ہے

(۱) نبوت کا درجہ چالیس برس کے بعد ملتا ہے کیونکہ وہی سن کمال ہے اسی واسطے سب رسول چالیس سال میں ہی مبعوث ہوئے ہیں اور یہ حصہ تمام رسولوں کو شامل ہے یہانتک کہ حضرت یحییٰ و عیسیٰ بھی سن چالیس میں ہی نبی ہوئے اور مبعوث کئے گئے اور یہی بات صحیح ہے۔

(۱) انما یکون الوصف بالنبوة بعد بلوغ الموصوف بھا اربعین سنة اذ ھو سن الکمال وبھا تبعث الرسل ومفاد ھذا الحصر الشامل لجمیع الانبیاء حتی یحییٰ و عیسیٰ وھو الصحیح۔

(مواہب لدنیہ)

(۲) احادیث نبویہ میں تو تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ایکسو بیس برس میں رفع ہوا۔

(۲) والمصرح به فی الاحادیث النبوة انه رفع وھو ابن مایة وعشرین سنة۔

(الشامی جمل حاشیہ جلالین)

(۳) حضرت ابن المسیب کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضرت عیسےٰ کی عمر (بعد واقعہ صلیب) اسّی برس کی تھی یعنے اسی برس زندہ رہے۔

(۳) ومن مرسل ابن المسیب۔ انه عاش (بعد الواقعہ) ثمانین سنة (کمالین)

(۴) حضرت ام المومنین عائشہ رض راوی ہیں کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل کے ذریعہ پتہ لگا ہے کہ عیسیٰ کی عمر ایکسو بیس برس کی تھی۔

(۴) عن عائشہ رض قالت قال رسول اللہ اخبرنی جبریل ان عیسےٰ عاش عشرین ومائة سنة۔

مولویصاحب آپ کا اعتقاد جن روایتوں اور خیالات مختلفہ پر مبنی ہے اور ہمارا یقین جن احادیث اور آثار صحابہ واقوال تابعین متفقہ پر رکھا گیا ہے آپکو یا کم از کم ایک منصف مزاج انسان کو معلوم تو ہو گیا ہوگا کہ حق کس طرف ہے۔

پانچ وجوہ تردید

الغرض اس مجمل تحریر سے آپ نے یہ تو سمجھ ہی لیا ہوگا کہ جن بزرگوں کی طرف یہ عقیدہ فاسدہ حیات مسیح بجسد عنصری منسوب کیا جاتا ہے چار یا پانچ طرح سے قابل تردید ہے اور طبیعت ڈرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ان بزرگوں پر اتہام ہے مثلاً اولی یہ کہ ان بزرگوں سے بالکل ثابت نہیں ہوا۔ جو انہوں نے کہیں بھی زندہ بجسد عنصری کہا ہو۔ یا رفع کے ساتھ بجسد عنصری کے ساتھ لکھا ہو۔ اور اختلاف جسد عنصری میں ہے ورنہ ہم بھی مانتے ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح بجسم نورانی زندہ ہیں۔ **دوم** جسد عنصری نہ قرآن شریف میں نہ صحاح ستہ میں آیا ہے **سوم** حضرت ابن عباس رض سے معنے موت تو صحیح بخاری میں منقول ہیں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اور تقدیم تاخیر کا مسئلہ ان سے صحاح ستہ میں مذکور نہیں تو معلوم ہوا کہ زندگی سے مراد دیگر انبیاء والی زندگی ہے کا **چہارم** قرآن کریم و صحاح ستہ جسد عنصری اور لفظ من السماء سے ساکت ہیں۔ **پنجم**۔ روایات صحاح ستہ اس اعتقاد فاسدہ کے برخلاف ہیں **ششم**۔ بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ ان بزرگوں نے یہ اعتقاد رکھا ہوگا تو جیسے جلال الدین سیوطی کا رجوع تحقیق کرنے سے ثابت ہو گیا۔ ایسا ہی دوسرے بزرگوں کا حال ہے کہ انہوں نے بھی اس غلط طریقے کی جو برخلاف احادیث نبویہ ہے ضرور اصلاح کر لی ہوگی۔

رفعہ اللہ الیہ کے صحیح معنے

آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے اصلی اور حقیقی اور صحیح صحیح معنے جو مطابق اقوال مفسرین ہیں سناتے ہیں جو ان کے عقیدہ کے بالکل برخلاف ہیں سنئے ترجمہ

اور یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمنے مسیح عیسے بیٹے مریم کو مار ڈالا جو رسول اللہ تھا حال یہ ہے کہ اسکو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ ہی سولی دیا۔ لیکن وہ مشابہ سولی دینے اور قتل کے ہوا جو لوگ۔ ہمارے اس بیان میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں یقینی علم ان کے پاس نہیں وہ ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور مسیح کو یہود نے یقینی طور پر قتل نہیں کیا (گو صلیب پر یقینی طور پر چڑھا دیا تھا جس کے واسطے یہاں صلبوہ نہیں لایا گیا) بلکہ اسکا رفع خدا تعالے نے اپنی طرف کر لیا ہے اور ہے اللہ تعالے عزیز حکیم)

دیکھئے اس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسے علیہ السلام کو قتل اور سولی سے کچھ نہ کچھ ضرور حصہ ملا جس پر لفظ شبہ لہم یعنے سولی دینے اور قتل کے مشابہ کیا گیا دلالت کرتا ہے جس سے یہود و نصاریٰ عین قتل اور صلیب دیا گیا یعنے اس پر مر گیا سمجھتے ہیں معلوم ہوتا ہے مولویصاحب کو صرف و نحو کا علم کم ہے یا توجہ نہیں کی۔ کیونکہ ضمیر بلا مرجع کبھی نہیں آتی اور شبہ میں جو واحد غائب نائب فاعل کی مستتر ضمیر ہے اسکا مرجع سوائے حضرت عیسے علیہ السلام کے اور کوئی مذکور نہیں ہوا۔ اور مولوی صاحب نے اسطرف بھی توجہ نہیں کی کہ حرف لکن استدراک کے لئے آتا ہے۔ حالانکہ یہاں اس آیت میں حرف لکن ہے چونکہ نفی قتل اور صلیب کی کیگئی ہے اس کے ایک حصہ کے اثبات کے لئے حرف لکن آیا ہی مولویصاحب نے اگر ہدایت النحو یا شرح مائۃ عامل ہی دیکھی ہوتی تو اتنی فاش غلطی نہ کرتے جو ادنیٰ درجے کے طالب علم بھی نہیں کر سکتے۔ ملاحظہ ہو عبارت ہدایت النحو المضمر اسم وضع لیدل علی متکلم او مخاطب او غائب تقدم ذکرہ یعنے ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرے جو پہلے مذکور ہو چکا ہو۔ عبارت شرح مائۃ عامل لکن للاستدراک ای لدفع التوھم الناشی من الکلام السابق یعنی لاکن ایک چیز کے حاصل کرنیکے لئے آتا ہے یعنے پہلے کلام سے ایک وہم پیدا ہوتا ہے اسکو دور کرنے کے لئے آیا کرتا ہے دیکھئے صاف اور صریح معنے اسکے کہتے ہیں کہ جب قتل اور صلیب کی نفی کر دی تو وہم گزرتا تھا کہ عیسے علیہ السلام کو بالکل قتل اور سولی سے کسی طرح کی ایذا نہیں پہنچی اسواسطے حرف لکن لا کر وہ شک رفع کر دیا کہ وہ سولی اور قتل کے مشابہ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ہماری زبان میں کہا کرتے ہیں کہ وہ شخص مرا نہیں مگر مرا ہوا سا ہو گیا اور یہی معنے قریب قریب تمام مفسرین سلف نے کئے ہیں بلکہ مفسرین خلف بھی بعض اسی طرف گئے ہیں چنانچہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر ثنائی مولوی ثناء اللہ امرتسری

کی عبارتیں نقل کیجاتی ہیں۔ ولکن شبہ لہم وشبہہ مسند الی الامر اے القتل علی قول من قال لم یقتل احد ولکن ارجف بقتلہ فشاع بین النّاس (بیضاوی) شبہ لہم میں مشابہت کی نسبت قتل کی طرف ہے یعنے حضرت عیسےٰ قتل کے مشابہ ہوگیا نہ کہ قتل اس طرح سے ان لوگوں کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ قتل کوئی شخص نہیں ہوا۔ صرف لوگوں میں یہ ایک بات جھوٹی شائع ہوگئی کہ مسیح یا اس کا شبیہ قتل کیا گیا۔ نقول ذکر الحواریون فی اٰخر الانجیل ان عیسےٰ لما جاء بعد الصّلیب ماذکر شیئاً من الشریعۃ وما بقی عندہم الا لحظۃ وما تکلم الا قلیلا ومثل ما قال انا المسیح فلا تظنونی میتاً (تفسیر کبیر) یعنے حواریوں نے خود انجیل میں ذکر کیا ہے کہ عیسےٰ ؑ بعد صلیب و مرجانیکے ان کے پاس آئے اور صلیب پر مرنے سے اپنا انکار ظاہر فرمایا اور تھوڑی دیر ان کے پاس رہکر دوسری جگہ چلے گئے شبہ لہم ای اشتبہ علیہم الامر امر القتل (تفسیر ثنائی ثناء اللہ) یعنے قتل کرنے کے متعلق انکو شبہ رہا نہ کہ مقتول کے بابت۔

اور مولویصاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو صلیب کے وقت ہی اٹھا لیا۔ یہ زیادتی علی القرآن ہے حرف فاء تعقیب کے لیئے آیا کرتا ہے وہ یہاں نہیں ہے اور نہ کسی مفسّر نے یہ معنے کیے ہیں کہ اسی وقت رفع ہوگیا پس ایسے الفاظ کہ جن کا کوئی پتہ نہ قرآن میں نہ احادیث صحیحہ میں اور نہ کسی مفسّر نے لکھے ہوں۔ انکو اپنی طرف سے شائع کرنا اور کتاب اللہ کی طرف منسوب کرنا بڑی جرأت ہے پس معلوم ہوا کہ آپ کا مطلب تب صحیح ہوتا تھا اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ملجاتا۔ اگر ماقتلوہ یقیناً کے آگے بجائے بل رفعہ اللہ کے فرفعہ اللہ ہوتا مگر یہاں تو بل رفعہ اللہ ہے اور لفظ بل اضرابیہ انتقالیہ ہے جس کے ماقبل اور مابعد میں تراخی ہوتی ہے۔

مزید توضیح اس آیت تو لہم انا قتلنا المسیح عیسےٰ بن مریم الخ میں سات لفظ قابل توجہ ہیں جب ان کے معانی اور موضوع لہ قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائیں اور جن معانی کو قرآن و حدیث تصدیق کریں تو وہ صحیح سمجھنے چاہئیں اور ماسوا اسکے غلط۔ اس سے پہلے یہ بات خوب ذہن نشین کرلو کہ ہم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ایک نبی بیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح جانتے ہیں اسواسطے جو الفاظ ان سے متعلق متنازعہ فیہ ہونگے ان کے معانی اور مطالب سمجھنے کے لئے دیگر انبیاء علیہم السّلام

کی طرف رجوع کرینگے ہاں جو شخص اسکو نبی نہیں مانتا بلکہ ابن اللہ کہتا ہے وہ اس معیار کا انکار کر سکتا ہے۔ اور وہ کلمات یہ ہیں۔ رسول اللہ ۔ لکن ۔ شبہ ۔ بل ۔ رفع ۔ ہ ۔ عزیزًا حکیما۔ پس ہم یہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمنے مسیح کو جو رسول اللہ تھا قتل کر دیا ہے یہ لفظ رسول اللہ کا کیوں بیان کرتے ہیں جبکہ اسکو رسول اللہ نہیں مانتے تو اسکے سوائے اور کوئی جواب نہیں کہ وہ ایسے قتل کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ مدعی رسالت تھا اور جھوٹا تھا اسواسطے ہمنے اسکو قتل کیا تو انہوں نے اسکے مقتول ہونے کی علامت کذب و دعوائے مسیح کٹھرائی ہے پھر ہم جب ان کے اعتقادات کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پاتے ہیں توراۃ میں مذکور ہے کہ جھوٹا نبی سولی پر مارا جاتا ہے اور سچے کو خدا تعالے بچا لیتا ہے یعنی سچا نبی اس صلیبی موت سے نہیں مرتا کیونکہ یہ ملعونی موت ہے اس بات کے ثبوت کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں سے پوچھ لو کہ انکا واقعی یہ اعتقاد ہے یا نہ اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اس مخصوصہ موت کی (جو بذریعہ سولی کے ہو) نفی فرمانی ضروری سمجھی کیونکہ بموجب اعتقاد یہود کے مسیح کی صلیبی موت منافی رسالت تھی پس یہ پہلی غلطی ہے جو اسوقت کے علماء خلف کو لگی ہے کہ خدا تعالے تو خاص قسم موت مذکورہ کی نفی کا ذکر فرماتا ہے اور یہ لوگ ہر ایک طرح کی موت اور ہر زمانہ کی وفات کی نفی سمجھ رہے ہیں۔

دوسرا لفظ لکن اور تیسرا شبہ لہم اور چوتھا بل ہے ان کے معانی اور قدرے تشریح پہلے کر آیا ہوں۔ پانچواں لفظ رفع ہے اسکی تشریح اب کر دیتا ہوں۔ اسکے متعلق ایک تو یہ چاہئے کہ رفع کے حقیقی معنے کیا ہیں؟ یعنے جب بنی آدم کے لئے یہ لفظ آوے تو کیا صرف روح مراد ہوتا ہے یا روح بمعہ جسد دوسرا یہ کہ حضرت عیسٰے کا رفع کب ہوا۔ اس بحث کو ہم سوال جواب میں ذکر کرتے ہیں۔ **سوال**۔ رفع کے حقیقی معنے کیا ہیں؟ **جواب**۔ جب رفع کا صلہ الیٰ آوے تو اسوقت ضرور ہی معنے قرب اور نزدیک کے ہوتے ہیں و نزدیک گردانیدن کسے را بکسے صلۃ بالی (صراح) یعنے رفع کے معنے قرب کے ہیں کہ ایک کو دوسرے کا قرب حاصل ہوا۔ جب قرب کے معنوں میں رفع مستعمل ہو تو اسکا صلہ حرف الیٰ آتا ہے

ومن قولہم رفعتہ الی السّلطان (صراح) یعنے اسکو بادشاہ کا مقرب بنا دیا ویقال نساء مرفوعات ای مکرمات (صراح) عرب ہمیشہ بولا کرتے ہیں کہ یہ عورتیں مرفوعات ہیں یعنے عزّت اور تکریم کی گئی ہے رفیع ای شریف (صراح) عرب لوگ شریف آدمی کو رفیع کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ رفع کا صلہ جب حرف الیٰ آوے تو ضرور قرب کے ہی معنے ہوتے ہیں۔ لا غیر۔ **سوال**

سوائے حضرت مسیحؑ کے اور کسی نبی آدم کے لئے بھی لفظ رفع قرآن شریف میں آیا ہی۔ **جواب** ہاں آیا ہے ایک تو بلعم بن باعور کے لئے جو ایک عالم شخص مستجاب الدعوات تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار کے باعث بلیعم جھک گیا اور کافر ہوگیا اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو شئنا لرفعنٰہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض یعنے اگر ہم چاہتے تو اسکا (بلعم کا) رفع کرتے مگر وہ زمین کی طرف گرا۔ دوم حضرت ادریس کے لئے بھی آیا ہے ورفعناہ مکانا علیا کہ ہمنے ادریس کا اونچے مکان میں رفع کیا۔ علاوہ ان دو جگہوں کے بہت دفعہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ **سوال** کیا ان دونوں جگہوں میں رفع روحانی ہے یا جسمانی **جواب** رفع روحانی مراد ہے اور سوائے مسیح کے سب لوگ بالاتفاق تمام جگہوں میں رفع روحانی ہی مراد لیتے ہیں حتٰی کہ ہمارے سرور کائنات سید المرسلین نبی الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم جو دعا بین السجدتین میں وارفعنی میں ارفع کر کا لفظ بولکر خدا تعالےٰ سے رفع چاہتے تھے وہاں بھی سب کے نزدیک رفع روحانی ہی مراد ہے **سوال** خدا تعالےٰ کا خطاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح مع الجسد کو **جواب** قرآن شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف روح کو ہوتا ہے نہ جسم مکلف ہے۔ اور نہ اسکو خطاب ہوتا ہے مثلاً فرعون کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے **الیوم ننجیک ببدنک** آج تیرا بدن اونچی جگہ پھینکا جاویگا دیکھو یہاں لفظ تیرا جو مفعول بہ واقع ہوا ہے صرف روح ہے اور ببدنک میں الباء للمصاحبۃ و البدن بدل الاشتمال۔ پھر جب مومن مرتا ہے تو خدا تعالےٰ اسکو فرماتا ہے **فادخلی فی عبادی** میرے بندوں میں داخل ہوجا۔ حالانکہ اس وقت جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوتا اور ایسی کوئی مثال قرآن شریف میں نہیں آئی کہ خطاب صرف بدن کو کیا ہو۔ بلکہ برخلاف اسکے ہزارہا مثال قرآن میں ایسی ہیں کہ صرف خطاب روح بغیر جسد عنصری کو ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقتاً خطاب روح کو ہی ہوتا ہے کیونکہ وہی مدرک کلیات والجزئیات ہے۔ **سوال** یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ جب حضرت عیسےٰ کی پیدائش نرالی ہے تو رفع بھی نرالا مع الجسد ہی ہو۔ **جواب**۔ یہ ایک مغالطہ ہے کیونکہ مسیح کی پیدائش ایسی نرالی نہیں کہ جس کی مثل ہی دنیا میں نہ ملے خود خدا اسکو حضرت آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ مثال دیکر نرالی نہیں رہنے دیتا۔ اگر بغیر باپ کا رفع مع الجسد ہونا چاہیے تو حضرت آدم علیہ السلام جنکی پیدائش بغیر ماں باپ کے تھی زیادہ حقدار تھے **سوال** جیسا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیلئے لفظ الیٰ کے ساتھ رفع آیا ہے دوسروں کے لئے نہیں آیا جس سے سمجھا جاتا ہے کہ انکا رفع

نزالہ ہے۔ **جواب** - یہ لفظ الیٰ تو ہمارے معانی کا مؤید ہے کیونکہ لغت نے تخصیص کر دی کہ جب رفع کا صلہ حرف الیٰ آوے تو ضرور ہی قرب اور مرتبہ کے معنے آتے ہیں ہاں البتہ دوسری مثالوں میں جہاں کہیں حرف الیٰ رفع کا صلہ نہیں آیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں حضرت ادریسؑ وغیرہ کا رفع مع الجسد ہو کیونکہ وہاں صلہ رفع کا حرف الیٰ نہیں جس سے تخصیص رفع روحانی ہو۔ بلکہ لفظ مکاناً علیاً کا بھی روح مع الجسد کا ہی مؤید ہے اور بلعم بن باعور کے بارہ میں جو لفظ الی الارض بولا گیا ہے وہ بھی مقابلۃً چاہتا ہے کہ اس سے رفع مع الجسد الی السماء ہو۔ کیونکہ جیسا وہ روح مع الجسد سے زمین کی طرف جھکا اگر وہ نہ جھکتا تو چاہیئے تھا کہ رفع بھی اس کا مع الجسد ہی ہوتا۔ مگر اسکا کوئی بھی قائل نہیں باوجودیکہ وہاں مکاناً علیاً اور یہاں الی الارض قرائن بھی رفع جسمانی کے پائے جاتے ہیں لیکن مسیح کے لئے لفظ الیٰ لا کر خدا تعالیٰ نے یہ سمجھا دیا کہ سوائے حضرت عیسےٰ کے دوسروں کے لئے جو رفع بولا گیا ہے ان کے حق میں اگر کوئی رفع جسمانی کا خیال کرے تو کر سکتا ہے مگر حضرت عیسےٰ کا رفع جسمانی بالکل نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی خیال کر سکتا ہے **سوال** ایسی تخصیص کرنی کہ عیسےٰ کے لئے بلفظ الیٰ جس سے شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ رفع مع الجسد مراد ہے اور دوسروں کے حق میں یہ حرف نہ آنا بلکہ ایسے قرائن ہونے کہ رفع جسمانی سمجھا جائے کیا حکمت ہے۔ **جواب** حکمت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ علام الغیوب جانتا تھا کہ ایک وقت مسلمانوں پر آنے والا ہے کہ وہ بھی عیسائیوں سے سنکر دیکھا دیکھی حضرت مسیح کے رفع جسمانی کے گیت گائینگے اسواسطے حرف الیٰ رفع کے ساتھ لا کر بتلا دیا کہ یہ رفع جسمانی ہو ہی نہیں سکتا۔ تاکہ جو سعید الفطرت ہو اور جسمیں خشیۃ اللہ ہو وہ جب لغت میں رفع بصلہ الیٰ کے معنے دیکھے اور ادہر قرآن شریف میں مسیح کے لئے رفع بحرف الیٰ پر نظر کرے تو معاً سمجھ جائے کہ یہ رفع روحانی ہی ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ضرورت پڑتی تھی جس کے ازالہ کے لئے الفاظ مخصوصہ برفع روحانی لانے ضروری ہوتے **سوال** کیا خدا قادر نہیں کہ ان کو بجسد عنصری آسمان پر لیجائے **جواب** خدا قادر تو ہے مگر جب وہ ایک بات کے متعلق فرمائے کہ میں یوں کیا کرتا ہوں یا یہ کر دیا ہے۔ تو اسکے برخلاف اعتقاد رکھنا گویا خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھنا ہے جب قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے خبر دیدی کہ مسیح کا رفع روحانی ہوا ہے جیسا کہ اس نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میں واحد لا شریک ہوں تو اب جس طرح ہم یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے شریک بنانے پر قادر ہے۔

ایسا ہی یہ بھی اعتقاد نہیں رکھ سکتے کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کا رفع جسمانی کیا ہو پھر ہم کہتے ہیں کہ کر سکنا اور بات
ہے اسکا کون انکاری ہے کیا خدا تعالےٰ ہمیں تمہیں زندہ بجسد عنصری آسمان پر لے جانے پر قادر
نہیں یا ہمارے باپ دادوں کے لیجانے پر قادر نہ تھا مگر بات یہی ہے کہ ومن اصدق من اللہ
قیلاً اللہ سے سچا کون ہے۔ سوال یہ عقیدہ پھر کہاں سے آگیا جواب جب عیسائی لوگ
اسلام میں داخل ہوئے تو اپنے پہلے عقائد .. بھی کچھ ساتھ لائے جنکی اصلاح ہوگئی وہ تبدیل ہوگئی ورنہ
وہی پہلے عقائد رہے اور عیسائیوں کی انجیلوں سے پتہ ملتا ہے کہ وہ رفع جسمانی کے قائل ہیں اور ایسا
ہی نزول کے ان سے دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی اس بات کے قائل ہو گئے۔ سوال کیا ایسے بزرگ
لوگ بھی گزرے ہیں جو جسمانی رفع کے قائل نہ ہوں بلکہ وفات مسیح کا عقیدہ رکھتے ہوں۔ جواب
ہاں اکثر حصہ ان بزرگوں کا اور علماء ربانی اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وفات مسیح ع اور
رفع روحانی کا ہی قائل ہے چنانچہ اس کا ثبوت ہم آگے چلکر انشاء اللہ قرآن حدیث و اجماع صحابہ
سے دینگے سوال۔ یہاں صرف اتنا تو بتلادو کہ حضرت عیسےٰ کا رفع کب اور کتنی عمر میں ہوا تھا
جواب اسمیں دو قول ہیں ایک عیسائیوں کا وہ تو کہتے ہیں کہ تینتیس برس کی عمر میں رفع ہوا۔ دوسرا
قول ان مسلمانوں کا ہے جنہوں نے احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ ایکسو بیس برس کے بعد رفع ہوا
سوال اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں جواب
ہاں ہاں حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل ع نے مجھے خبر دی
ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں لفظ حدیث کے یہ ہیں۔ واخبرنی
جبریل ان عیسےٰ بن مریم عاش عشرین ومایة سنة (مستدرک) ترجمہ رسول اللہ صلعم
فرماتے ہیں مجھے جبریل نے خبر دی کہ حضرت عیسےٰ بن مریم ایکسو بیس برس زندہ رہے ہیں۔ سوال
اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو ہم نبی کریم صلعم کے ماننے والے ہیں ہم اس بات کو مان لینگے ہمیں ان باتوں
سے کیا واسطہ جنکا ماخذ انجیلیں یا اقوال بلا اسناد ہیں مگر کوئی ایسی کتاب بتلاؤ جو آسانی سے یہاں
مل سکے گو مستدرک کے حوالے سے یہ حدیث اسمیں درج ہو۔ جواب بہت اچھا لیجئے اردو دیکھئے
تفسیر جلالین محشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۶ء صفحہ ۵۰ کے حاشیہ پر یہ حدیث یوں درج ہے
ففی زاد المعاد ما یذکر ان عیسےٰ رفع وھو ابن ثلاث و ثلاثین سنة لا یعرف بہ

اثر متصل یجب المصیر الیہ وقال الشامی وھو کما قال فان ذلک انما یروی ذلک عن النصاریٰ والمصرح فی الاحادیث النبویۃ انہ انما رفع وھو ابن مایۃ وعشرین سنۃ وفی المستدرک عن ابن عمر ان عیسیٰ عاش مائۃ عشرین سنۃ (کمالین حاشیہ جلالین) یعنے زاد المعاد میں امام ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ یہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت عیسٰے کا تینتیس ۳۳ سال میں رفع ہوا۔ اسکا پتہ کسی جگہ سے نہیں ملتا شامی کہتا ہے کہ واقعی یہ سچ بات ہے یہ تینتیس ۳۳ سالہ میں رفع مسیح ہونا تو عیسائیوں کی روایت ہے اور حدیثوں سے جو بصراحت و وضاحت تام پتہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰے کا جب رفع ہوا تھا۔ تو اسکی عمر اسوقت ایکسو بیس ۱۲۰ برس کی تھی اور مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عیسٰے کی عمر ایکسو بیس برس کی تھی۔ **سوال**۔ شاید یہ حدیث مستدرک والی ضعیف ہو۔ **جواب** اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔ مگر یہاں تو یہ حدیث ہی ایسی صحیح ہے کہ اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جسقدر حدیثیں مستدرک میں امام حاکم نے لکھی ہیں سب صحیح ہی ہیں یعنے جو صحیح حدیثیں امام بخاری و مسلم سے رہ گئی ہیں۔ انکو ان کی شرط پر ہی مستدرک میں درج کیا ہے اور اسی واسطے اس کتاب کا نام اسنے مستدرک رکھا ہے۔

اسکے بعد ہم ضمیرہ جو رفعہ اللہ میں ہے اسکے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں انصاف کرنا ناظرین کا کام ہے اولاً جب ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خطاب ہمیشہ خداتعالےٰ روح کو کرتا ہے اور وہی مرجع ضمائر حقیقتاً ہوتا ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ما قتلوہ وما صلبوہ کی ہ ضمیر بھی صرف روح عیسٰے کی طرف پھرتی ہے گو بدن بھی اسمیں بطور بدل الاشتمال کے مجازاً مراد ہو تو یہ علیحدہ امر ہے باقی رہا یہ سوال کہ قتل اور سولی روح نہیں ہوتا۔ سو یہ ایک دھوکہ ہے۔ جو حقیقی معنے قتل اور سولی کے نہ جاننے سے پیدا ہوا ہے ذٰلک مبلغھم من العلم قتل کرنا اور سولی دینا اس فعل کا نام ہے کہ جو تعلق روح کا بدن کے ساتھ ہے وہ تعلق خاص آلہ صلیب سے یا کسی آلہ سے توڑ دینا۔ اسمیں نہ جسم کا دخل ہے اور نہ روح کا اگر قتل کرنا یا سولی دینا بدن کی صفت ہوتا تو چاہیئے تھا کہ جب مثلاً زید اپنی طبعی موت سے مرجائے اور اسکے بعد کوئی شخص اس نعش متوفی زید کو دو ٹکڑے کرے یا سولی پر چڑھاوے تو اس پر بھی یہ لفظ حقیقتاً

بولا جائے کہ اس شخص نے زید کو سولی دے دیا۔ یا قتل کر دیا ہے یا کم از کم اسکو قاتل کی سزا دی جاوے مگر نہیں کیونکہ قتل اور صلیب تو اس حرکت کا نام تھا۔ جو قطع تعلق کے لئے ان آلات کے ذریعے دی جاوے اور قطع تعلق بین الجسد و الروح بہیئت کذائیہ کا نام قتل صلب ہے لفظ قتل اور صلب نہ جسم پر وارد ہوا اور نہ روح پر بلکہ اس تعلق سے تعلق رکھنے والا ثابت ہوا جو بین الجسد و الروح ہے **سوال**۔ گو یہ صحیح بات ہے مگر پھر بھی ہم کو کوئی ایسی مثال قرآن شریف سے بتلاؤ کہ ہمیں لفظ بل بھی ہو۔ اور اس سے پہلے جو ضمیر ہو۔ وہ روح مع الجسد کی طرف پھرے۔ اور بعد بل کے جو ہو۔ وہ صرف روح کی طرف ہی اس کا مرجع ہو۔ **جواب**۔ مثالیں تو بہت ہیں مگر دو پر اکتفا کرتا ہوں قولہ تعالیٰ۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء یعنی جو اللہ کے راستے میں فوت ہوئے ہیں ان کو مُردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں یہاں احیاء خبر ہے مبتدا محذوف کی جو ھُمْ ہے اب دیکھئے بل سے پہلے من ہے اور یقتل میں ضمیر مستتر یہ دونوں روح مع الجسد کی طرف راجع ہیں۔ بل کے بعد میں ضمیر جمع مذکر کی ھُمْ ہے وہ صرف روح کی طرف راجع ہے۔ دوسری مثال وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ۔ اب یہاں بھی اَلَّذِيْنَ اور قُتِلُوْا میں جو ضمیر جمع مذکر کی مستتر ہے۔ دونوں کا مرجع روح مع الجسد ہی ہے اور لفظ بل کے بعد کی ضمیریں جو ھُمْ مبتدا محذوف اور یرزقون اور فرحین کی مستتر ضمیریں ہیں اور ھم ضمیر بارز سب فقط روح کی طرف معنیً پھرتی ہیں حالانکہ یہاں لفظ فرح (خوشی) اور رزق ایسے ہیں جو جسم کے متقاضی ہیں مگر سارے مفسرین حتیٰ کہ ہمارا حریف بھی مرجع ان ضمائر کا صرف روح ہی جانتا ہے **سوال** ان دونوں آیتوں کے معنے کسی مفسر کے کئے ہوئے بتلاؤ جن سے یہ ثابت ہو کہ واقعی بل کے بعد کی ضمیر صرف روح کی طرف پھرتی ہے (خوب) لیجئے تفسیر جلالین جو درسی تفسیر ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل ھم احیاء ارواحھم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت لحدیث بذٰلک۔ یعنے جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے انکو یہ نہ کہو کہ وہ مر گئے بلکہ وہ تو زندہ ہیں انکی روحیں سرسبز پرندوں کی پوٹوں میں ہونگی جنت میں جہاں چاہیں بسر کرتی ہیں حدیث میں یونہی آیا ہے۔ (جلالین)

سوال - اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو کوئی جسم ملا ہی جواب - اس کا کون انکار کرتا ہے روح اس جسم خاکی سے نکلکر کسی نہ کسی جسم میں تو ضرور داخل ہوتی ہے چاہے مادی ہو یا نوری بات تو یہ ثابت کرنی تھی کہ بل سے پہلے ضمیر بمعہ جسد عنصری کی طرف پھیرتی ہے اور بعد کی بغیر جسد عنصری کے سو یہ بخوبی ثابت ہو گیا اب جس طرح یہاں شہدا کو ایک جنتی جسم نورانی ملا - ایسا ہی حضرت عیسےٰ کو رفع کے وقت ملا جیساکہ ہر مومن کو بحیثیت اعمال ملتا ہے منجملہ ان کے شہداء کو بھی ملا

اسکے بعد لفظ عزیزاً حکیماً ہے اس پر ہم صرف اتنا لکھنا چاہتے ہیں کہ عزیزاً اور حکیماً صیغہ صفت مشبہ کے ہیں اور مصدر ان کی عزت اور حکمت ہے تو اسمیں خدا تعالےٰ یوں فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے جو حضرت عیسےٰ کو عزت اور قرب دیا وہ حکمت سے دیا کیونکہ وہ عزیز اور حکیم ہے چونکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب کو معلوم تھا کہ بعض کم فہم لوگ باوجود اظہار حقیقت کے بھی جو لفظ الی صلہ رفع کے لانے سے کی گئی ہے انکار ہی کرینگے کہ یہاں رفع سے مراد رفع جسمانی ہی ہے نہ کہ قرب اور عزت اسواسطے اللہ تعالےٰ نے اسکو تاکید کے لئے لفظ عزیز کو لاکر جس کی مصدر عزت اور خود مبالغہ کا صیغہ ہے یعنے بہت ہی عزت دینے والا سمجھا دیا کہ یہاں رفع کے معنے قرب اور عزت کے ہیں لاغیر پھر لفظ حکیم سے بھی بتایا کہ رفع جسمانی میں حکمت نہیں صرف قدرت ہے جیساکہ پہلوان بھاری بھاری مگدروں کو اٹھا لیتے ہیں اور حیوانات بڑے بڑے بوجھ اٹھاتے ہیں تو ان کی قدرت اور طاقت پر یہ فعل دال ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر مگر یہاں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہمنے اسکو وہ رفع دیا ہے جو اسم عزیز کے ماتحت ہے یعنی عزت اور عزت وہ وہی جو حکمت کے ساتھ متصل ہے نہ صرف قدرت کے ساتھ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ واقعہ صلیب کے بعد زمین پر ہی رہے اور مخالفوں پر ذلت تھوپی گئی اس پر ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں جسمیں خدا تعالےٰ نے لفظ عزیز اور حکیم بولا ہے اور وہاں مراد بھی یہی ہے کہ نبی کو بچایا گیا اور اسکے مخالفین کو ہلاکت اور ذلت میں ڈالنے سے ہی عزت کی گئی - نہ کہ آسمان پر لے جاکر قولہ تعالیٰ وقال انی مہاجر الی ربی انہ ھو العزیز الحکیم - حضرت ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں کیونکہ وہ عزیز اور حکیم ہے - حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین ہی کی طرف ہجرت کی اور یہاں بھی لفظ الی ہے اور اس کا مجرور بھی رب ہے - اور صفت خداوندی بھی عزیز اور حکیم ہے اور ہجرت کرنے والا بھی ابو الانبیاء ہے جن کو نبی کریم صلعم

نے معراج میں سب نبیوں سے اعلیٰ مقام پر دیکھا ہے پس جب نبی ہونے میں حضرت ابراہیم و عیسےٰ ایک جیسی طرف جاتے ہیں یعنی خدا دونوں کا ایک لفظ الی عزیز اور حکیم دونوں کے لئے ایک پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ابوالانبیاء تو خدا کی طرف ہجرت کرنے لگے اور گئے بھی اسلئے کہ خدا عزیز اور حکیم ہے تو اسکو آپ زمین میں رکھیں اور مراد لیں کہ خدا تعالےٰ نے دشمنوں سے بچاکر زمین میں ہی معزز و مکرم کیا مگر جب حضرت عیسےٰ کو خدا تعالےٰ فرماوے کہ مینے اپنی طرف رفع کیا اسلئے کہ میں خدا عزیز حکیم ہوں تو آپ لوگ اُسوقت خدا تعالیٰ کو مجسّم آسمان پر سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ خدا آسمان پر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ کے رفع کے بعد جو خدا تعالےٰ عزیز حکیم فرماتا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ صلیب سے وہ بچایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح کہ اسکو دشمنوں نے نار میں ڈالا اور خدا تعالےٰ نے اسکو بچا لیا آخر وہ ہجرت کر گیا۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو لوگوں نے سولی پر چڑھایا اور وہ بچایا گیا اسنے بھی ہجرت کی آخر الامر ہم بطور محال اور تنزّل کے یہ مان بھی لیں کہ رفعہ اللہ کی ضمیر روح مع الجسد کی طرف پھرتی ہے تو پھر بھی ہمارے اعتقادات اور معانی سے قرآن میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ یہود نے حضرت عیسےٰ کو قتل نہیں کیا (گو جس طرح حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے وہ بھی سولی پر چڑھائے گئے) بلکہ خدا تعالےٰ نے اسکو اپنی طرف اٹھا لیا (یعنے جس طرح حضرت ابراہیم بعد بچنے آگ سے کہتے ہیں کہ تم میں سے میں خدا کی طرف جاتا ہوں) ایسا ہی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ مینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کی سولی سے بچا کر اپنی طرف اٹھا لیا پس جس طرح حضرت ابراہیم کا خدا کے پاس جانا یہ ہے کہ وہ دوسری جگہ چلے گئے ایسا ہی حضرت عیسےٰ کا خدا کے پاس جانا مراد ہے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اپنے رسالہ ترک اسلام صفحہ ۹۴ پر لکھتے ہیں "حضرت عیسےٰ کے آسمان پر جانے سے مراد کسی محفوظ جگہ جانا مراد ہے" اور اسی طرح وہ آیت اسکی بھی مؤید ہے قولہ تعالیٰ واویناھما الی ربوۃ ذات قرار و معین۔ باقی رہا مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اسپر اجماع صحابہ اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے یہ ایک ایسا صریح جھوٹ ہے کہ اسکا قائل وہ شخص ہو سکتا ہے جسکے دل میں خدا اور رسول کے خلاف کہنا کوئی گناہ نہ ہو کیونکہ مفسرین اور صحابہ کرام وفات مسیح کے قائل ہیں الا قلیل بل الا اقلّ۔

تقدیم و تاخیر کی مثالیں

اب میں ان مثالوں کو لیتا ہوں جن کو مولوی صاحب نے

تقدیم وتاخیر پیش کیا ہے (۱) فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع اسمیں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں جہاں حروف چاہئے تھے وہیں خدا تعالے نے رکھے ہیں اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے پس تم کوشش کرو اور ماسوقت بیع چھوڑ دو۔ کوشش کا تعلق دل کے ساتھ ہے پس پہلے دل سے انسان یہ ارادہ اور کوشش کریگا چونکہ اب اذان ہوگئی ہے میں یہ کاروبار چھوڑ دوں تب جاکر چھوڑیگا مگر آپنے فاسعوا کے دوڑنے اور چلنے کے کئے ہیں یہ بہت ہی غلط ہیں کیونکہ عربی میں دوڑنے کے لئے ہرولہ اور چلنے کے لئے مشی وغیرہ الفاظ آتے ہیں سعی کے معنے کوشش کرنیکے ہیں دیکھو قولہ تعالیٰ ان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ فسوف یریٰ وغیرہ الفاظ پس اس میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں اور نہ خدا تعالے وحی کرنے اور محمد رسول اللہ کاتب کو بتلانے میں بھولے بلکہ جو فعل پہلے چاہئے تھا پہلے فرمایا اور جو بعد میں ہونا تھا اسکا ذکر بعد میں کیا اگر آپکے معنے درست ہوں تو چاہئے کہ جب کشتی یا ریل میں انسان سوار ہو کر جمعہ کو آوے تو اسکے لئے بیع کرنی یا بیٹھنا ناجائز ہو۔ حالانکہ اصول الشاشی اصول فقہ میں جائز لکھا ہے کیونکہ یہ بیع اور بیٹھنا سعی کے برخلاف نہیں (۲) لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ وآمنتم برسلی اسمیں بھی کوئی تقدیم و تاخیر نہیں اسلئے کہ ایمان دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو یقین دل سے اٹھتا ہے بغیر اعمال صالحہ کے دوم وہ ایمان جو اعمال صالحہ سے مزین ہوتا اور وہی ایمان موجب برکات وانعام ہوتا ہے اور جہاں کہیں برکات اور انعامات کے حصول کا ذکر آویگا وہاں یہی ایمان مراد ہوگا۔ چونکہ اسجگہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا وعدہ دیا جاتا ہے اسواسطے یہاں فرمایا کہ وہ ایمان مراد ہے جس کے ساتھ صلوٰۃ و زکوٰۃ وابستہ ہو اور وہ جو بعد حصول اعمال صالحہ ہوتا ہے اور ہونا چاہئے چونکہ بعض جہلا کو اس ایمان تک رسائی بھی نہیں ہوتی اسواسطے وہ ٹھوکریں کھاتے اور قرآن کی غلطیاں نکالتے ہیں قولہ تعالیٰ یاایہا الذین آمنوا آمنوا۔ اے مومنو مومن بنجاؤ۔ کیا معنے کہ اعمال صالحہ بجا لاکر مومن بنو وقولہ تعالیٰ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصلحت ثم اتقوا وآمنوا یعنے جو لوگ مومن اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں جب انہوں نے ڈاکہ شراب چھوڑ دیا۔ اور اس تقویٰ اور ایمان کا ثبوت اعمال صالحہ سے دیدیا اور پھر تقویٰ میں آگے قدم بڑھایا اور ایمان لائے ان پر پہلی گندی حالت کا کوئی گناہ

نہیں رہا۔ دیکھئے آپ تو اُس ایمان پر ہی قناعت کر بیٹھے ہیں جو بغیر اعمال کے ہے یہاں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے جیسے مومن اعمال صالحہ بجا لاتا ہے ساتھ ساتھ اسکو ایمان بھی لانے کی ضرورت ہوتی جاتی ہے اور یہی بات صحیح کیونکہ احادیث اور آثار بھی اسکے مؤید ہے۔

الغرض یہاں خدا تعالےٰ نہیں بھولا بلکہ جو ایمان اسکی معیت کا مقتضی تہا وہ بعد اقامت صلوٰۃ و زکوٰۃ تہا اسواسطے اس ایمان کا ذکر کیا آپ اسی طرح ہی بہ لفظ اٰمنتم کا اسی جگہ رہنے دیں مبادا آپ بھی اُس کاتب کی طرح جسنے قرآن لکھتے لکھتے خر موسیٰ صعقا کی جگہ خر عیسٰے لکھدیا۔ اور کہنے لگا کہ خر عیسٰے ہے خر موسیٰ نہیں تہا۔ سے مقدم لکھدیں افسوس کہ جو اعتراضات قرآن شریف پر مثل الفضل آریہ وغیرہ غیر مذاہب کے کرتے تھے وہ آپ مسلم کہلا کر کر رہے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون

(۳) آپنے ووھبنا لہ اسحٰق و یعقوب الخ میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے بتلایا ہے کہ یہاں بھی تقدیم و تاخیر ہے مگر آپ کو شاید معلوم نہیں کہ الواؤ لمستدرکت یعنے واؤ مشارکت کیلئے آتی ہی ہم یہ مانتے ہیں کہ لغت عرب میں مطلق مشارکت کے لئے آتی ہے اور ہر ایک کا کلام کسی نہ کسی نقص کا متحمل ہوتا ہے اور جسقدر اسمیں ترتیب ہوگی اسی قدر فصاحت ہوگی اسلئے چونکہ یہ کلام خداوندی ہے اسمیں ترتیب کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے کیونکہ فصاحت بلاغت اس ہی دوچند ہوتی ہے جنھوں نے یہ بات نہیں سمجھی انکی غلطی ہے خود رسول اللہ صلعم نے صفا مروہ کے وقت ابدؤا بما بدء اللہ بہ کہا یعنے جس چیز کو پہلے خدا نے ذکر کرنے میں ابتدا کی ہے اسکو ہم بھی پہلے ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں سمجھا دیا کہ واؤ قرآن شریف میں ترتیب کے لئے ہی۔ اب سنئے یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے ترتیب رکھی ہے اور جو ترتیب ان ناموں کے رکھنے میں چاہیئے تھی اُسی اسی جگہ رکھے گئے ہیں آپکو یہ غلطی اسواسطے لگی ہے کہ آپ صرف زمانہ یا رتبہ کو ملحوظ رکھتے ہیں مگر خدا تعالےٰ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں پانچ امور ملحوظ ہیں اور ان میں انکی مشارکت ہے (۱) حجت (۲) رفع (۳) موہبت (۴) ہدایت (۵) ذریت۔ پس یہ پانچ امور ہیں۔ جن پر ان انبیاء علیہم السلام کی ترتیب موقوف ہے چونکہ یہ مضمون اسکا متحمل نہیں اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو کسی وقت علیحدہ کسی رسالہ میں بسط سے بیان کیا جاویگا۔ ان پانچوں کی باہمی نسبت اور ان کے مراتب اور حضرت ابراہیم اور نوح کے ساتھ انکا تعلق اور خدا تعالےٰ

کے نزدیک ادنیٰ ہو گا قرب بُعد اور پھر فضیلت وصلاحیت و احسان کے لئے درجات وغیرہ بیان کرنے پر تحریف واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں بھی خدا تعالےٰ بھول نہیں گیا بلکہ محل اور موقعہ پر یہ نام رکھے ہیں اس ساری تقریر سے آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ مسئلہ حیات مسیح بجسدہ العنصری نے آپ لوگوں کو کن کن مشکلات میں ڈالا ہے حتیٰ کہ خدا تعالےٰ کے کلام میں بھی بھول چوک نکالنی پڑی اور تحریف کا نام تقدم و تاخیر رکھدیا۔ فقولہ توفی جب رسول اللہ کے حق میں آئے تو موت مراد ہے

حدیث اصحابی پر بحث

اور جب مسیح ناصری کے حق میں آوے تو رفع بجسدہ العنصری مراد ہے کیونکہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں بھی عیسےٰ کی مثل کہوں گا اور مشبہ مشبہ بہ میں کچھ اختلاف ہوتا ہے" خوب کہا آپ نے کیوں نہیں اختلاف بھی توفیتنی کے معنوں میں ہی ہونا چاہیئے نہ اور کسی امر میں حالانکہ یہی لفظ وجہ شبہ ہے مگر یاد رکھیں کہ اسمیں بھی آپکو کامیابی نہیں ہو گی آپ کے لئے دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو صاف عیسائیوں کی طرح اقرار کریں کہ حضرت عیسےٰ نبی نہیں بلکہ ابن اللہ ہیں یا صاف انکار قرآن و حدیث کا کر دیویں تب خلاصی ہو گی سنئے مشبہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ ہمیشہ وہ صفت ہوتی ہے جو مشہور اور مخصوص ہو چنانچہ زید اسد میں شجاعت اور زید کلب میں سبعیت اور زید حمار میں جہالت مراد ہو گی نہ کہ منہ ناک۔ کان وغیرہ اسی طرح ان دونوں واقعات میں جو مخصوص بات ہے وہ ملحوظ ہو گی۔ اور وہی وجہ شبہ ہو سکتی ہے اب دیکھئے حضرت عیسےٰ سے سوال ہوتا ہے أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ یعنے کیا تو نے لوگوں کو کہا تہا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنانا تو وہ اسکا جواب دیتے ہیں مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ یعنے مجھ سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جسکا مجھے حق نہ پہنچے میں وہ بات کہوں یعنے مینے نہیں کہا اس پر دلیل ہے کہ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ یعنے میں صرف یہی کہتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ آگے فرماتے ہیں وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ یعنے میں انپر اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ اس تعلیم ان اعبدوا اللہ کے پابند رہے ہیں جب تک میں انمیں رہا ہوں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تجھے ہی خبر ہے مجھے نہیں کہ انہوں نے کیا کیا اب اسمیں قابلِ غور لفظ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ہے کیونکہ ہر ایک نبی اپنے ماننے والوں کی

شہادت دیگا جیسا خدا تعالٰے فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شہیداً یعنے محمد رسول اللہ تم پر شہادت دیگا۔ اب قرآن شریف کہتا ہے کہ مسیح اور محمد رسول اللہ اپنی اپنی امت کے لئے شہادت دینگے مسیح کے متعلق تو وضاحت کر دی کہ اپنی موجودہ زندگی تک وہ شہادت دیگا اور اپنے مابعد کے لئے حوالہ بخدا کریگا اب یہاں دو سوال پیدا ہوتے تھے ایک یہ کہ محمد رسول اللہ کی شہادت اس لفظ شہیداً سے موجودہ زندگی تک ہے یا تمام امت مرحومہ کے لئے دوم یہ کہ مسیح اپنے مابعد کا علم بحوالہ خدا جو کرینگے تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یا دیدہ دانستہ بات کو ٹالدینگے پس ان ہر دو سوالوں کو نبی کریم صلعم نے اس واقعہ سے حل کر دیا یعنے محمد رسول اللہ صلعم کچھ اصحاب کو جو آپ کے بعد مرتد ہو گئے ہیں دیکھتے ہیں کہ فرشتے انکو جہنم کی طرف لیجا رہے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں کہونگا کہ اے میرے رب یہ تو اصحاب ہیں حکم ہوگا تمہیں کیا خبر کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا حرکتیں کیں یعنے یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے اسپر رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں عیسٰے کی طرح کہونگا کہ یہ میرا سوال اس بنا پر تھا کہ میری زندگی میں انہوں نے جہنم کے افعال نہیں کئے اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو مجھے علم نہیں آپکو ہے یعنے شہید ہونے کی حیثیت سے میں نے یہ سوال کیا ہے سو آپ عزیز حکیم ہیں واقعی یہ لوگ موجب سزا ہی ہیں اب بتلاؤ اگر حضرت مسیح نے دوبارہ آنا تھا اور اسکو انکی امت کے بگڑنے کا علم ہو جانا تھا تو اس سے آپ لوگوں نے دونوں نبیوں محمد رسول اللہ صلعم اور عیسٰے ع پر کذب کا الزام لگایا۔ نعوذ باللہ۔ خدا تعالٰے سے محمد رسول اللہ صلعم پر تو یوں عائد ہوتا ہے۔ کہ قیامت کے دن حضرت عیسٰے کی طرح کہینگے کہ مجھے علم نہیں حالانکہ اسکو تو اپنی امت کے بگڑنے کا علم ہو چکا ہوگا۔ جب دوبارہ دنیا میں آنا مانا جائے اور آپ لوگوں کے خیال کے مطابق جب رسول اللہ صلعم پیشگوئی اسکے آنیکی کر چکے ہیں تو آپ کو معلوم تھا کہ مسیح کی طرح میں بے خبر نہ کہوں۔ پس یا تو صاف اقرار کرو کہ واقعی نہ مسیح نے آنا ہے اور نہ اسکو اپنی امت کے ارتداد کا پتہ لگنا ہے۔ اور یا نعوذ باللہ نبی کریم صلعم نے مثال دینے میں غلطی کی اور عیسٰے پر جھوٹ اسطرح ثابت کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے انت الرقیب یعنے بعد کا علم تو ہی جانتا ہے مجھے بالکل خبر نہیں ورنہ معدوم لانے انت کا کیا فائدہ نیز فا تعقیب کے لئے آتی ہے پس مادمت فیہم اور فلما توفیتنی میں کوئی زمانہ نہیں گزرا ادہر انمیں رہنا مسیح کا چھٹ گیا ادہر اسکو وفات آئی۔ اگر مسیح نے دوبارہ آنا تھا تو اس کا خاص

جو سبا کہ انہی مہینے تو دوبارہ جا کر خوب صلیب توڑی خنزیروں کو جنگلوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا یعنے جس طرح پہلے زندگی کی کارگذاری سے الزام دھو دیا دوسری زندگی سے بھی کرتے نہ کہ پہلی زندگی کے لئے ان اعبدوا اللہ سے بریت اور دوسری کے لئے لاعلمی کا اظہار مگر صحیح بات یہی ہے کہ بحکم فیہا تحیون وفیہا تموتون (صرف زمین میں ہی تم زندگی بسر کرو گے اور یہیں مرو گے) نہ کوئی جسد عنصری آسمان پر زندگی بسر کر سکتا ہے اور نہ کسی نے کی پھر آپکو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کما اقول کا تعلق کیسکے ساتھ ہے کیا تشبیہ فی القول ہے یا فی المقولہ سنئے کما کا حرف اقول پر ہے پس تشابہ فی القول اور توارد فی المقولہ ہوا مگر جب انسان کو کسی شے سے بیجا محبت ہو جائے تو گو وہ لوگوں کے سامنے صاف الفاظ میں اسکا ذکر نہ کرے لیکن اسکے حرکات و سکنات اسی طرف جاتی ہیں چنانچہ آپ کہتے ہو کہ نبی کریم صلعم نے اپنے لئے فلما توفیتنی میں موت مراد لی ہے - اور یہی لفظ حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کرو تو رفعتنی الی السماء مراد ہے جیسا کہ ان اللہ وملئکتہ یصلون میں لفظ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے سے اور معنے دیتا ہے اور مومنین کی طرف نسبت کرنے سے دوسرے معنے بات تو آپ کی پر سچ ہے اگر آپ یہاں بھی جلدی سے اقرار کر لیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ابن اللہ ہیں انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے نہیں افسوس کجا واجب الوجود اور ممکن الوجود جس کے باعث لفظ صلوٰۃ کے معنے بدلے گئے اور کجا اشرف الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت عیسیٰ جو دونوں ہی ممکن الوجود ہیں - مولویصاحب صفات ذاتیات کے ماتحت ہوتے ہیں جہاں تخالف ذاتی ہو اور تخالف نوعی جنسی ہو وہاں صفات کا بدلنا ہوتا ہے ایک صداقت کو چھوڑنے سے کہ حضرت مسیح ؑ فوت ہو گئے بہت سی صداقتوں کو ترک کرنا پڑتا ہے۔

خلاصہ کلام حضرت عیسےٰ کی شہادت یہ ہے کہ میں جب تک ان میں رہا وہ نہیں بگڑے بعد کا مجھ علم نہیں تو ہی جانتا ہے اپنی لاعلمی ظاہر کرنا۔ ایسے موقعہ پر اپنے دوبارہ آنے کی کارگذاری نہ بتلانا بلکہ صرف پہلی زندگی جو مادہ مت والی ہے اسکا ذکر کرکے دوسری سے بیخبری کا اظہار کرنا صاف تبلاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ مر گئے اور ضرور فوت ہو گئے۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم ؛ داخل جنت ہوا وہ محترم

اور ایسا ہی جب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو پتہ لگیگا کہ یہ لوگ میرے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

تو عرض کرینگے کہ مولیٰ کریم یہ سوال میرا لاعلمی پر مبنی تھا۔ کیونکہ شہادت میری صرف میری زندگی تک کی ہے یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ کہینگے کہ یہ اُمّت میرے بعد مرتد ہوئی۔ اور ان کے مُرتد ہونے کا مجھے علم نہیں۔ ایسا ہی میں کہوں گا۔ پس نہ حضرت مسیح نے آنا ہے اور نہ وہاں انہوں نے جھوٹ بولنا ہے۔ دیکھئے نص صریح اسکو کہتے ہیں کہ متوفیک۔ وفات دینے والا۔ توفیتنی۔ تو نے مجھے وفات دیدی۔ وفات کے حروف لفظ متوفیک اور توفیتنی سے ہی نکل آئے۔ آپ مہربانی کر کے حیات کے حروف کسی قرآنی لفظ سے مسیح کے لئے نکالیں تاکہ آپ بھی نص صریح کہنے کے مستحق ہو جائیں۔ علاوہ ازیں توفیتنی کے معنوں میں ہماری شہادت تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دیدی جبکہ اپنی شہادت کا ادا کرنا مسیح کی شہادت کی طرح بتلا دیا۔ جہاں فرمایا کہ میں بھی مسیح کی طرح کہونگا یعنے جیسا اُس نے کہا۔ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ ایسا ہی میں بھی کہوں گا۔ پس بطور دلالت النص یہ ثابت ہوا کہ مرتدین کا علم نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بوقت مسئول عنہ ہے نہ مسیح کو۔ پس آپ انصاف سے کہیں کہ افتؤمنون ببعض الکتب کا کون مصداق ہے۔ اور تحریف کلمات الٰہیہ کون کر رہا ہے؟

بشارات القرآن

نمبر (۵)

پیشگوئی نمبر ۴۳

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ۚ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَہُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِہِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَہُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَہُمْ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ۝ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ط (آل عمران ۱۸)

(ترجمہ) تحقیق وہ لوگ جو منکر ہوئے۔ اور مول لے لیا انہوں نے کفر کو بدلے ایمان کے۔

وہ ہرگز خدا کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ بلکہ ایسوں کے لئے عذاب دکھ دینے والا ہے۔ اور کافر یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے ان کو کسی بہتری کے لئے ڈھیل دے رکھی ہے۔ نہیں بلکہ اسلئے ڈھیل دے رکھی ہے کہ ترقی کریں گناہوں میں۔ اور انکے لئے عذاب رسوا کرنے والا تیار ہے اور اللہ نہیں ہے ایسا کہ ایمانداروں کو بھی تمہاری ہی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ حتیٰ کہ امتیاز ہو جائے خبیث منکرین میں اور طیب مؤمنین میں۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔ کہ کفار کی افواج کا جتھا سلسلہ الٰہیہ کا کچھ نقصان نہ کر سکیگا۔ بلکہ ہم انکو معذب کرینگے۔ اور ان کو ڈھیل اسی لئے دے رکھی ہے کہ اپنے ہی گناہوں سے عذاب ہونے کے لئے اسباب پیدا کریں۔ اور ضرور ہے کہ ہم خبیث اور طیب کے درمیان ایک نشان قائم کریں۔ وہ یہ ہے۔ کہ طیب جماعت کو خدا مظفر و منصور کریگا۔ اور دوسروں کو ذلیل کر کے ابدی ہلاکت کے گڑھے میں ڈالدے گا ؛

یہ پیشگوئی اُسوقت کیگئی تھی۔ جبکہ مسلمانوں کی حالت بہت ہی خطرے میں تھی ؛

پیشگوئی نمبر ۴۴

قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (آل عمران ۱۹)

(ترجمہ) یہودیوں نے زکوٰۃ وغیرہ کے احکام پر (تمسخر سے) کہا کہ اللہ فقیر ہو گیا ہے۔ اور ہم غنی دولتمند ہیں۔ اسپر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ بہت ہی جلد ہے (سزا کا دن) اور جو کچھ کہا ہے انھوں نے ہمنے لکھ لیا ہے اور ان کا انبیاء اللہ سے مقابلہ بھی لکھ لیا ہے۔ اور عنقریب ہی ہم انکو کہدینگے کہ آؤ چکھو ہمارا عذاب جلا دینے والا ؛

سو کون دنیا کا تاریخ دان اہل انصاف نہیں جانتا کہ یہ پیشگوئی عذاب الحریق کی پیش از وقوع سنائی گئی تھی۔ جبکہ یہود بڑے متکبرانہ الفاظ بولا کرتے تھے۔ اور ان کو کب یقین تھا کہ ہم پر قتل اور جلاوطنی اور ذلتہ ابدی اور مسکنت کا نزول ہو گا۔ لیکن خدا کی بات تھی۔ پوری ہوئی ؛

پیشگوئی نمبر ۴۵

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا۔

(ترجمہ) اور بے شک اور بے شبہ ضرور بالضرور اے مسلمانوں تم ہمیشہ سنو گے اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جو پہلے تم سے ہیں۔ اور مشرکین آریہ وغیرہ سے اذیت رساں باتیں ؛

سو یہ پیشگوئی بھی آج تک بڑی آب و تاب کے ساتھ پوری ہوتی ہوئی ایک عالم کو نظر آرہی ہے، کہ اہل کتاب نے اور ان سے بڑھ کر مشرکین نے مسلمانوں اور انکے محبوب پیغمبر سید علیہ السلام کو کس قدر گالیاں دیں اور اذیت رساں باتیں کہیں۔ جن سے ایک سچے مسلمان کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ یہ خبر خدائے علیم کی تھی۔ جو پوری ہوتی ہے ؛

ریویو

احمد ہمارے مکرم بھائی سیٹھ عبداللہ الہ دین (الہ دین بلڈنگس سکندرآباد دکن) نے یہ خوشنما انگریزی رسالہ شائع کیا ہے۔ جسمیں حضرت مسیح موعود کی خود نوشت تعلیمات درج ہیں۔ انگریزی جاننے والوں میں تبلیغ اور ان کے قلوب پر سلسلہ احمدیہ کا نقش بٹھانے کے لئے یہ رسالہ بہت مفید ہے۔ خدا سیٹھ صاحب کو جزائے خیر بخشے۔ انجمن ترقی اسلام سے ایک روپیہ پر ملسکتا ہے ؀

ہولی قرآن اس انگریزی رسالہ میں قرآن مجید و احادیث صحیحہ کی تعلیمات کا خلاصہ درج ہے، غیر مسلموں کو اسلام کا صحیح علم دینے کے لئے بہت ہی عمدہ مجموعہ ہے یہ بھی سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ پر شائع کیا ہے۔ اسکی اشاعت بھی ولایت میں بہت فائدہ رسان ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ؀

بڑی جنتری ۱۹۱۳ء یہ وہی مشہور و معروف جنتری ہے جو نامی پریس کانپور سے ہر سال بہت مفید مطالب کو لئے ہوئے اعلیٰ چکنے کاغذ پر عمدہ چھپوائی کے ساتھ دیدہ افروز عالم ہوتی ہے۔ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے حجم کم ہے۔ مگر پھر بھی بہت کچھ ہے۔ قسم اعلیٰ ایک روپیہ اور معمولی کاغذ پر بھی ملسکتی ہے۔ جناب محمد رحمت اللہ صاحب رعد۔ نامی پریس کانپور سے طلب کریں ؀

اسکے علاوہ دو تین اور کتابیں اپنے طور پر میری نظر سے گذری ہیں ؀

عائشہ صدیقہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوانح زندگی مولانا نیاز محمد خان صاحب نیاز فتحپوری مشہور و معروف ادیب نے لکھے ہیں اور ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاء الدین (گوجرات) نے چھپوائے ہیں۔ جناب نیاز کا نام دیکھ کر مینے خیال کیا کہ یہ کتاب ایسی ادق عبارت میں لکھی گئی ہوگی کہ خواتین کے مطالعہ کے قابل نہ رہی ہوگی۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ کہ اسکی عبارت سلیس ہے۔ اور حالات بھی مصنف نے بہت عمدگی سے جمع کئے ہیں۔ میں جماعت احمدیہ سے سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو خرید کر اپنے اپنے

گھروں میں پڑھنے کے لئے دیں۔ بے ہودہ ناولوں اور قصے کہانیوں کی بجائے مستورات کو ایسی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔ قیمت ۲؍ (جو زیادہ ہے) حجم ۱۲۸ صفحے۔ ملنے کا پتہ:۔ رسالہ صوفی منڈی بہاؤ الدین (گوجرات) اس کتاب کے پروف دیکھنے میں بے احتیاطی یا لاپروائی قابل افسوس ہے ❊

وجدانی نشتر خدا جزائے خیر دے۔ میرے دیرینہ رفیق منشی محمد الدین صاحب فوق کو جنھوں نے یہ کتاب مرتب کرکے اہل اللہ کے راز و نیاز۔ سوز و ساز۔ سکون و اضطراب حال و قال۔ وجد و وصال کا ایک لازوال روحانی خزانہ ہمیں دیدیا ہے۔ پہلے حصہ میں ان آیات قرآنی کا ذکر ہے۔ جنھیں سنکر وجد طاری ہوا۔ کوئی اسلام لایا۔ اور کوئی تڑپ کر رہ گیا۔ دوسرے حصے میں وہ عربی اشعار ہیں جنھیں پڑھ یا سنکر بے خودی کی حالت طاری ہوئی اس حصے کے متعلق مجھے یہ سخت شکایت ہے۔ کہ فوق صاحب نے تصحیح کا کچھ انتظام نہیں کیا۔ اول تو اشعار ہی غلط چھپے ہیں۔ پھر اپر اعراب نہیں۔ اسلئے ان کو جو عربی کم جانتے ہیں محض ترجمے سے چنداں لطف نہیں آسکتا۔ تیسرے حصے میں وہ عربی اور زیادہ تر فارسی اشعار ہیں۔ جنھیں سنکر بعض اہل اللہ جان سے گذر گئے۔ چوتھا تیر و نشتر ہے۔ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کیا ہے۔ کسی کو تڑپا دیا۔ کسی کا داغ حسرت چمکا دیا۔ اور کسی کو ذات بحت سے ملا دیا۔ اور کسی کو گھر بار بھلا دیا۔ پانچواں حصہ درد دل کا رکھا ہے۔ اس حصہ میں ہمارے خلیفہ اول حضرت مولانا نور الدین کا بھی ذکر ہے۔ چھٹے حصے میں کچھ پنجابی اشعار ہیں۔ مگر کم۔ حالانکہ بہت مل سکتے تھے ۱۲۸ صفحے کی کتاب مجلد ایک روپیہ میں ملیگی۔ اس کتاب کو پڑھ کر میں نے خیال کیا کہ یہاں تو ایک ایک مصرعے پر کسی کی جان گئی۔ اور کوئی تڑپ کر رہ گیا۔ وائے بر حال اس سنگ دل کے جو تمام کتاب پڑھ جائے۔ اور اس کا دل نہ پسیجے۔ احباب ضرور منگوائیں ❊

منشی محمد الدین صاحب فوق ایڈیٹر کشمیری لاہور سے ملسکتی ہے ❊

درخواست دعا۔ وہ مضمون جو تشحیذ کے پہلے صفحوں پر قرآن کریم کی تصدیق کے عنوان سے درج ہے وہ جسقدر فاضلانہ معلومات کا حامل ہے ارباب بصیرت سے پوشیدہ نہیں لکھنے والے صاحب اپنے مشکلات حل ہونیکے لئے بھائیوں سے دعا کی درخواست کرتے ہیں ❊

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۶۴

نوٹ:۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی کافوری جنتری ۱۹۱۷ء کی خوبصورت تیار ہوئی ہے وہ سب لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھنے پر جنتری ہذا بلا قیمت و محصولڈاک بھیجی جاتی ہے:

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرات سے بچنے کے لئے وقت کے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں:۔

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونے کا خوف رہتا ہے اس سے بچنے کے لئے پہلے ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں۔ جس سے اپنی یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کر سکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ اکتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت ایک شیشی چار آنے ۔ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵/ آٹھ شیشی تک ۶/

گھیگھے کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

گھیگھا سخت اور بہت بڑا یا بہت دنوں کا ہو جانے سے آرام نہیں ہوتا ہے مگر تھوڑے دن کا ورم رہنے سے اسی علاج برابر کرنے سے چھوٹ جاتا ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوا ایسے گھیگھے کو آرام کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے۔ دوا ایک ماہ تک کرنا چاہیئے اسمیں صرفہ بہت کم ہے۔ دوا ایک کھانے کی اور ایک لگانے کی ملتی ہے۔ جو کہ دو ہفتہ کے لئے کافی ہوتی ہے۔ قیمت کھانے کی دوا بارہ آنے (۱۲/) لگانے کی دوا چار آنے (۴/) محصولڈاک پانچ آنے (۵/)

ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا پین ہیلر

یہ اندرونی اور بیرونی ہر قسم درد کو دور کرنے کے لئے ایک لاجواب دوا ہے۔ موچ۔ چوٹ۔ گٹھیا کے سبب سے جوڑوں یا گانٹھوں میں درد ہو ریاح یا سردی کی وجہ سے کمر کو لہا گردن وغیرہ میں درد ہو تو اسکی مالش سے فوراً ہی دور ہو جاتا ہے۔ داڑھ اور مسوڑھے کے درد کو بھی یہ فائدہ کرتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲/ محصولڈاک ۵/

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ